

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

تینتالیسواں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ مورخہ 13 ستمبر 2021ء بروز سوموار بمطابق 5 صفر المظفر 1443 ہجری۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
03	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
14	وقفہ سوالات۔	2
28	توجہ دلاؤ نوٹس۔	3
35	رخصت کی درخواستیں۔	4
36	سرکاری کارروائی برائے قانون سازی۔	5
38	ایوان کی کارروائی۔	6
39	مورخہ 10 ستمبر 2021ء کی اسمبلی نشست میں باضابطہ شدہ تحریک التوا نمبر 2 پر بحث۔	7

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر ----- میر عبدالقدوس بزنجو
ڈپٹی اسپیکر ----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی ----- جناب طاہر شاہ کاکڑ
اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی) -- جناب عبدالرحمن
چیف رپورٹر ----- جناب مقبول احمد شاہوانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 13 ستمبر 2021ء بروز سوموار بمطابق 5 صفر المظفر 1443 ہجری، بوقت شام 05 بجکر 25 منٹ زیر صدارت میر عبدالقدوس بزنجو، اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۖ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۖ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۗ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۖ
وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۖ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۗ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۖ ط

﴿پارہ نمبر ۳۰ سُوْرَةُ الْاِنْطِطَارِ آيَاتِ نَمْبِر ۱۰ تا ۱۶﴾

ترجمہ: اور تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عزت والے عمل لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ بیشک نیک لوگ بہشت میں ہیں۔ اور بیشک گناہ گار دوزخ میں ہیں۔ ڈالے جائیں گے اس میں انصاف کے دن۔ اور نہ ہوں گے اس سے جدا ہونے والے۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ۔

☆☆☆

جناب اسپیکر: جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ایک public importance کا نقطہ ہے، ہمارے نوجوانوں سے متعلق ہے۔

جناب اسپیکر: جی بسم اللہ کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: ایسا ہے کہ ہر سال ملک میں قائد اعظم ٹرافی کے نام سے کرکٹ ٹورنامنٹ ہوتا ہے۔ اور پھر PCB کرواتی ہے یہاں انٹر ڈسٹرکٹ وائز وہاں مقابلے ہوتے ہیں جو اچھی performance ہمارے کرکٹرز نوجوان دکھاتے ہیں تو ان کی پھر دو ٹیم بن جاتی ہیں، فرسٹ ٹیم ہوتی ہے پھر سیکنڈ ٹیم پھر جو یہاں performance ہوئی، یہاں ہیڈ کوچ آئے تھے فیصل اقبال صاحب، کراچی سے ان کا تعلق ہے اُس کے ساتھ دوسرے کوچ: صاحبان ہیں، ابھی اتنی جو ٹیم بنائی گئی ہے first eleven, second eleven، مطلب ایک لڑکا محنت کرتا ہے اچھی performance دیتا ہے کوچ کے سامنے اُس کے تمام bowling اور جتنی بھی انہوں نے بیٹنگ کی ہے۔ جو بھی اُس نے کی ہوتی ہے، ابھی میں صرف آپ کو ایک لڑکے کا نوجوان محمد عامر نصیر آبادسٹی سے اس کا تعلق ہے جو left arm spinner ہے، اس نے چھ میچوں میں 38 وکٹس، چار مرتبہ انگلینڈ میں پانچ وکٹیں لیے ہیں، اب اس بیچارے کو ڈراپ کیا۔ حالانکہ کہ یہ اس قابل تھا کہ اس کو first eleven میں لیا جاتا۔ دوسرا لورالائی سے تعلق رکھنے والا ناصر خان ولد امان اللہ جس نے سات میچوں میں 446 رنز سکور کیے، دو سینچر یاں بنائی ہیں، دو نصف سینچر یوں کے ساتھ 23 وکٹیں بھی حاصل کی ہیں۔ اور پورے صوبے میں پہلی پوزیشن پر اسکی performance ہے۔ اور اس کی جگہ کسی اور کو لیا گیا ہے۔ اور پھر اس طرح نصیر آبادسٹی سے دوسرا لڑکا ہے، سب سے رسول بخش بیچارہ ہے اُس نے right arm leg spinner ہے، 5 میچوں میں 34 وکٹ اُس نے لی ہیں، اسکو بھی ڈراپ کیا گیا ہے۔ اُس کی جگہ ہمارے ایک سلیکٹر صاحب ہیں، جو آئے تھے، اُس کا بھائی کھیلا بھی نہیں ہے ان میچوں میں، انہوں نے جو ہیڈ کوچ فیصل اقبال صاحب ہیں، ان کا چھوٹا بھائی فہد اقبال جو یہاں کوئی بھی ٹورنامنٹ نہیں کھیلا۔ اُس کو ہمارے جو first eleven ہیں، second eleven ہیں اُس کو لیا ہے۔ جناب اسپیکر! اس کے علاوہ PCB ہے، اُس کا چیئرمین بھی تبدیل ہوا ہے، رمیز راجہ صاحب آئے ہیں۔ اُس کی گورننگ باڈی ہے PCB کی اُس میں ہمارے صوبے کا ایک بندہ بھی اُس گورننگ باڈی میں نہیں ہے۔ PCB میں کونسل ہوتی ہے اُس میں ہمارے صوبے کا ایک بندہ نہیں ہے، جنرل باڈی ہوتی

ہے، بڑی جنرل باڈی ہوتی ہے PCB کی، اُس میں ہمارا کوئی بندہ نہیں ہے۔ اور تقریباً 20 کمیٹیاں ہوتی ہیں پاکستان کرکٹ بورڈ کی اُس میں بھی ہماری نمائندگی آئے میں نمک کے برابر نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! فٹبال جو ہمارا گیم تھا، اُس کو غائب کیا گیا، اُس کو ختم کیا جا رہا ہے۔ منسٹر صاحب نہیں آئے ہیں اسپورٹس کے اور کرکٹ جو اب ہرگلی کوچے میں کھیلا جاتا ہے، پہلے ابھی آپ entire جائیں موسیٰ خیل میں بھی بچے کرکٹ کھیل رہے ہیں آواران میں بھی چنگور میں بھی، ژوب میں بھی، یہ لڑکے جن کامیں نے نام لیا ہے، انہوں نے زبردست performance دی ہے ان entire ڈسٹرکٹس جو تھا، جو انہوں نے لیا، لیکن ان کو چھوڑ کر کے بغیر میرٹ کے players کو لیا ہے۔ میں آپ سے request کرتا ہوں کہ یہ بچے میرے پاس آئے بڑے disheart تھے۔ اتنے disheart تھے کہ ہم نے اتنی محنت کی ہے اور سامنے سب کچھ کر کے دکھایا، انہوں نے ہمیں کیوں نہیں لیا۔ ٹیم میرٹ پر کیوں نہیں ہوئی؟ I request کہ آپ یہ رولنگ دے دیں یہاں اسپورٹس کے منسٹر صاحب بیٹھے نہیں ہیں۔ باقی ہمارے سینئر منسٹر صاحبان ہیں، وہ اس بارے میں پوچھ لیں۔ آپ PCB اور چیف سیکرٹری سے آپ پوچھ سکتے ہیں، as a custodian of the House کہ ہمارے ان بچوں کو ان players کو کیوں نہیں لیا گیا ہے؟

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: اس پر آپ رولنگ دے دیں باقی پھر وہ فوری طور پر اس پر کیا جائے۔

جناب اسپیکر: جی سیکرٹری صاحب! اس کا چیف سیکرٹری سے کہیں کہ اس کی inquiry کی جائے۔ فوری طور پر concerned لوگوں سے رابطہ کر کے اس کو دیکھیں کہ اس کا کیا مسئلہ ہے؟ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ ریاست کے جو تین، چار اہم ستون ہیں ان میں سے صحافت ایک سب سے اہم ستون ہے، جس کو میڈیا کہا جاتا ہے۔ اور ایک آزاد میڈیا جس معاشرے میں بھی ہو، اُس معاشرے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ انصاف کا بول بالا ہوتا ہے، بے زبانوں کی زبان اچھا ایک آزاد میڈیا بن سکتی ہے۔ لیکن بد قسمتی دیکھئے کہ پاکستان بہت سے مسائل میں گھرا ہوا ہے، حکومت کو ان مسائل پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، بیروزگاری ہے، بد امنی ہے، پاکستان میں slowly and gradually جس طرح معاشی و معاشرتی حالات بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن پتہ نہیں کیوں اچانک پاکستان میں ہمارے حکمرانوں کو بالخصوص وفاقی حکومت کو یہ بات سوجھی ہے کہ انہوں نے Pakistan Media Development Authority کے نام سے ایک نئی اتھارٹی بنانے کی بات کی ہے۔ آج کے اخبارات میں

آپ دیکھیں کہ سرفہرست اُن کی ایک request ایک اپیل آئی ہے جو پاکستان کی تمام صحافت کے شعبے سے تعلق رکھنے والے ادارے ہیں جس میں پاکستان براڈ کاسٹ ریگولیشن ایشن ہے، PBA ہے، آل پاکستان نیوز پیپر ز سوسائٹی ہے، Council of Pakistan Newspaper Editors, Pakistan Federal Union of Journalists and the Association of Electronic Media Editors and News Directors. یہ سب نے، جو PMDA بنائی جا رہی ہے اس کی انہوں نے پُر زور الفاظ میں مذمت کی ہے۔ اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہا ہے کہ یہ ایک قسم کا میڈیا مارشل لاء جو ہے لگانے کی بات کی جا رہی ہے۔ آج کے اس اخبار میں بھی تین چار بڑی چیزیں جو انہوں نے کہا ہے کہ ایک تو یہ ہے even صحافیوں سے جو ہائی کورٹ میں اپیل کا حق ہے، in case اگر میڈیا سے related اگر یہ PMDA بنتی ہے، اس کے اتنے کالے قوانین اس میں شامل کیئے جا رہے ہیں اور جتنے قوانین اس میں شامل کیئے جا رہے ہیں اور جتنے بھی اس طرح کے پہلے PEMRA کے نام سے یا کوئی اور institutions یا کوئی اور authorities، body قائم ہیں یہ سارے ختم کر دیئے جائیں گے اور PMDA ان سب کو supersede کرے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے جناب والا! صحافی صرف وفاق میں نہیں ہوتے، اگر پاکستان میں کوئی بھی صحافت کے حوالے سے کوئی بہت بڑی تبدیلی کی یا regulations کی آپ سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں میڈیا اپنا ایک ذمہ دار کردار ادا نہیں کر رہا ہے تو اُس میں ایک dialogue ہونی چاہیے پاکستان کے سب سے بڑے stakeholders ہیں، political parties ہیں، political representatives ہیں، اسمبلی ممبران ہیں یا پھر صوبائی اسمبلی جو وفاقی وحدتیں ہیں کہ کوئی بھی اس طرح کی بات ہوتی ہے تو ہمیں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اُن کو صوبے سے بھی سفارشات لینی چاہئیں۔ اس وقت وفاقی حکومت اٹھارہویں ترمیم کے بعد یہ میرے خیال میں ابھی وفاقی حکومت اس وقت wholly-solely جو ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہم PMDA بنا کے پاکستان میں تمام صحافیوں پر جو جمہوریت کی بات، انسانی حقوق کی بات، عوام قوموں کے حقوق کی بات یا پھر دیگر کوئی محکوم اور مظلوم طبقات ہیں اُنکے حقوق کی بات اگر کوئی میڈیا کریگا تو کل جناب والا! اُس کے گلے میں پھندہ ڈال کر کہیں گے کہ آپ نے غلطی کی ہے آپ نے زیادتی کی ہے۔ تو میرے خیال میں میڈیا کو پوری دُنیا میں جس طرح کی آزادی حاصل ہے پاکستان میں بھی وہ آزادی حاصل ہونی چاہیے کیونکہ آئین بھی اس بات کی گارنٹی دیتا ہے۔ تو جناب والا! ہم اپنی تمام اسمبلی کے توسط سے آج بھی قومی اسمبلی کے باہر اس وقت جب پریزیڈنٹ کی سپیچ چل رہی ہے پورا میڈیا ہے، persons ہیں، جو Pakistan Democratic Movement ہے، اُس کی

لیڈرشپ، پارلیمینٹریز اس وقت قومی اسمبلی کے باہر سراپا احتجاج ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ احتجاج میں ہم بھی اُن کے ساتھ شریک ہیں جو بل لایا جا رہا ہے پاکستان Media Development Authority کے نام سے، اس کی ہم پر زور الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور صوبائی حکومت کو یہ تجویز دیتے ہیں کہ آپ وفاقی حکومت سے رجوع کریں کہ بلوچستان میں بھی جو صحافی ہیں یا پورے جو ادارے ہیں وہ اس سے متاثر ہو رہے ہیں لہذا اگر کوئی تبدیلی مقصود ہے وہ ایک consultation اور مشاورتی عمل کے طریقے سے ہونا چاہیے۔ شکر یہ۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ ثناء بلوچ صاحب! آپ کا تو question ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: میڈیا کے خلاف وفاقی حکومت جو ایکٹ لارہی ہے اس کی پشتونخوا اعلیٰ عوامی پارٹی پر زور مذمت کرتی ہے۔ اور میری تجویز اپوزیشن سے یہ ہے کہ ہم میڈیا سے بچتی کے لئے اور اس ایکٹ کو جو لارہے ہیں اس کیلئے ہم احتجاجاً ٹوکن واک آؤٹ کریں تاکہ میڈیا سے اظہار تکہتی ہو جائے۔

(اس مرحلہ میں اپوزیشن اراکین کی طرف سے ٹوکن واک آؤٹ کیا گیا)

جناب اسپیکر: جی۔ اصغر بیٹھیں وہ واپس آجائیں گے۔ جی شکر یہ۔ سردار زادہ شہزاد بھوتانی صاحب!

Ex-Advisor بیٹھے ہیں ان کو پورے ہاؤس کی طرف سے welcome کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: وقفہ سوالات۔

جناب اسپیکر: میرزا بدلی ریکی صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 363 دریافت فرمائیں۔ کیونکہ MPA موجود نہیں ہیں۔ اچھا! موجود ہیں۔

میرزا بدلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! میں point of public importance پر دو منٹ آپ مجھے اجازت دیں۔

جناب اسپیکر: پہلے سوال تو کریں۔

میرزا بدلی ریکی: اس کے بعد سوال کریں گے جناب اسپیکر صاحب! آپ کی اجازت ہو۔

جناب اسپیکر: قادر علی نائل صاحب بھی واک آؤٹ میں تھے؟

میرزا بدلی ریکی: جی ہاں۔

جناب قادر علی نائل: جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی۔

جناب قادر علی نائل: میں اپنی پارٹی کی طرف سے مذمت کرتا ہوں اور واقعاً ایک تو پہلے سے ایک

regulatory authority صحافیوں کے اوپر اور اُس کے بعد اس دفعہ اس اتھارٹی کے ذریعے بالکل اُنکی زبان بندی کی جا رہی ہے جو بھی کام ہونا ہے، وہ PFUJ کی مشاورت سے ہونی چاہیے۔ اور اُس میں PFUJ کا صدر بھی یہاں بلوچستان سے ہے۔ تو جو بھی تبدیلی یا جو بھی فیصلے صحافیوں کے حوالے سے لینے ہیں تو PFUJ کو on-board لینا چاہیے۔ شکر یہ۔

میرزا بدلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! point of public importance میں دو منٹ چاہئیں۔
جناب اسپیکر: جی جلدی۔

میرزا بدلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان، آپ کو خود پتہ ہے بارڈر کے حوالے سے، تفتان سے لیکر ماشکیل، ماشکیل سے لیکر پنجگور، تربت یہ سارے عوام بارڈر پر جو رہے رہے ہیں کاروبار جو ہو رہا ہے آج کل صورتحال آپ کو خود پتہ ہے پنجگور میں اسد صاحب کو بھی ہزار فون آتے ہیں اسی کاروبار کے حوالے سے، پٹرول و ڈیزل ظہور صاحب کا بھی تعلق ہے۔ میرا جو ڈسٹرکٹ ماشکیل ہے چاغی کے بارڈر لگتا ہے منسٹر عارف صاحب یہاں نہیں ہیں جناب اسپیکر صاحب! تفتان میں دو گیس ہیں، ایک زیرو پوائنٹ گیٹ ہے سات مہینے سے بند ہے دوسرا مشترکہ بازار ہے یہ بھی تین مہینے سے بند ہے۔ آج وہاں کے عوام نے مجھے فون کر کے کہا کہ خُدارا! ہماری آواز اسمبلی میں اُٹھائیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے آخر ہم لوگ کہاں جائیں؟ ہم عوام چاہے تفتان ہو چاہے ماشکیل ہو چاہے پنجگور چاہے تربت ہو جناب اسپیکر صاحب! آخر ان عوام کے ساتھ کیوں اس طرح کا ظلم ہو رہا ہے؟ یہ بارڈروں کو کیوں seal کر رہے ہیں اگر آپ نے ایک گیٹ کھول دیں۔

جناب اسپیکر: اُس سلسلے میں میرے خیال میں توجہ دلاؤ نوٹس بھی ہے۔

حاجی زابدلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب اس پر آتا ہوں تو آپ۔۔۔

جناب اسپیکر: میں نے کہا کہ concerned لوگوں سے رابطہ کر کے انشاء اللہ ایک۔۔۔

حاجی زابدلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! اس پر کچھ کریں خُدارا! یہ عوام اتنے تنگ ہیں۔

جناب اسپیکر: انشاء اللہ گروپ کی شکل میں جائیں گے۔

حاجی زابدلی ریکی: یقین کریں دن میں ہزاروں کے فون ہمیں آتے ہیں پہلے ماشکیل بارڈر کھلا تھا ابھی وہ بھی گیٹ میں آ گیا ہے وہ ابھی بار بار فون کر رہے ہیں کبھی ٹوکن کا مسئلہ ہے کبھی کیا مسئلہ ہے۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔

حاجی زابدلی ریکی: اسی طرح پنجگور اور تربت میں ہے۔

جناب اسپیکر: چلو یہ آگیا ہے اس پر کام کر رہے ہیں۔

حاجی زاہد علی ریکی: جناب اسپیکر! خُدارا! اس پر آپ رولنگ دے دیں یہ چیف سیکرٹری کو یا جو بھی ہو سکتا ہے۔

جناب اسپیکر: رولنگ دی ہے آپ تھے نہیں۔

حاجی زاہد علی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! اس مسئلے کو جلد از جلد آپ حل کریں۔ آپ بلوچستان گورنمنٹ اگر۔۔

جناب اسپیکر: زاہد صاحب! اس سلسلے میں پہلے بھی ہاؤس کے سامنے یہ بات رکھی گئی تھی اور میں نے رولنگ بھی دی ہے کہ ہم concerned لوگوں سے رابطہ کر کے ایک ٹیم کی شکل میں جائیں گے وہاں سارے مسائل

بیان کریں گے۔ thank you

حاجی زاہد علی ریکی: thank you

جناب اسپیکر: جی اپنا سوال نمبر 363۔ جی مولانا صاحب۔

سید عزیز اللہ آغا: جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان میں اس وقت تعلیم کا جو شعبہ ہے وہ انحطاط پذیر ہے اور ہمارا

تعلیمی نظام وہ تقریباً collapse ہو چکا ہے۔ بلوچستان یونیورسٹی، پشین میں sub-campus اُس میں تقریباً

ایک ہزار کے قریب اسٹوڈنٹس ہیں لیکن campus کی جو صورتحال ہے وہ اتنی دردناک اور تشویشناک ہے جسے

الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے اُس campus میں اس وقت صرف پانچ شعبے کام کر رہے ہیں۔ اب

آپ اندازہ لگائیں کہ پشین کونٹے کے بعد سب سے زیادہ آبادی والا ضلع ہے۔ لیکن اُس کے campus میں

صرف پانچ شعبے موجود ہیں۔ وہاں پانی کا انتظام نہیں ہے نہ لیبارٹری ہے اسٹاف کی کمی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر

وہاں زمین درکار ہے۔ اتنی وسیع زمین کے باوجود ہم زمین کے لئے ترس رہے ہیں۔ جب تک آپ کی تعلیم کا شعبہ

کام نہیں کرے گا، جب تک آپ تعلیم کے نظام پر توجہ نہیں دینگے میرے خیال سے ترقی کے جو خواب ہم دیکھ رہے

ہیں وہ چکنا چور ہے۔ جناب اسپیکر! میں اس معزز ایوان کے توسط سے یہ request کروں گا کہ خدارا! ان

حالات کو سنبھالیں، ان حالات کا جائزہ لیا جائے ہمارے جو بچے ہیں ان کے مستقبل کے حساس کو ملحوظ خاطر رکھتے

ہوئے ایسے اقدامات کیے جائیں جس سے ایک تعلیمی ماحول پیدا ہو اور ہمارے اسٹوڈنٹس relax انداز میں اپنی

تعلیم حاصل کر سکیں۔ اُس کے علاوہ وہاں کمپیوٹر آپریٹرز نہیں ہیں، وہاں آپ کے پاس مختلف ڈیپارٹمنٹس ہونے

چاہئیں۔ یونیورسٹی کے کمپس میں فوری طور پر مزید ڈیپارٹمنٹس کو activate کرنے کے لیے، انہیں فعال

بنانے کے لیے فوری طور پر اقدامات کیے جائیں۔ یہ تمام مسئلے ایسے ہیں جو فوری توجہ طلب ہیں اور میں اُمید کرتا

ہوں کہ ہمارے بچوں کے مستقبل کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ فوری طور پر حکومت کو متعلقہ حکام کو یہ ہدایت یہ رولنگ

جاری کریں گے کہ اُن بچوں کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے ایسا تعلیمی نظام اور ایسا تعلیمی ماحول پیدا کیا جائے جس

کے ذریعے ہم ترقی کے منازل طے کر سکیں۔ Thank you Mr. Speaker۔

جناب اسپیکر: thank you جی ملک صاحب۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب کی توجہ ایک بلوچستان میں PPHI کا ایک بہت

دیرینہ مسئلہ ہے اس وقت اس کے 2559 ملازمین contract یا عارضی طور پر ہیں اور 2010ء سے اب تک وہ ملازم ہیں۔

جناب اسپیکر: آج ویسے یہ ایجنڈے میں ہے۔

قائد حزب اختلاف: sorry، اگر ایجنڈے میں ہے تو بڑی اچھی بات ہے۔ جناب اسپیکر صاحب!

ایک اور بہت اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں گوادر شہر میں رات کو ڈرون چلائے جاتے ہیں دیہاتی علاقہ ہے لوگ میدانوں میں سوئے رہتے ہیں۔ تو اس سے وہاں کی جو چادر اور چار دیواری کی جو عصمت ہے وہ محفوظ نہیں رہتی۔ تو جناب کی توجہ سے میں گزارش کروں گا کہ جناب! آپ وہاں کے ڈپٹی کمشنر یا وہاں کے جو متعلقہ لوگ ہیں کہ رات کو ڈرون فوٹو گرافی کے لیے کیوں چلائے جاتے ہیں۔ اُس سے تو وہاں کے جو عوام ہیں اُن کو بڑی تکلیف پہنچتی ہے اور چادر اور چار دیواری کی عصمت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ تو اس میں میں گزارش کروں گا۔ اور ایک دوسری جو اہم بات ہے کہ بلوچستان میں کیسکو جہاں کہیں ٹرانسفارمرز خراب ہوتے ہیں تو انہوں نے central جگہ کو بیٹھ رکھی ہے اور پھر اگر مستونگ سے آتا ہے، قلات سے آتا ہے یا کسی اور جگہ سے آتا ہے تو وہاں کئی دن یہاں تک آنے میں لگتے ہیں اور پھر وہاں پہنچانے میں۔ لیکن سب سے لوگ بہت زیادہ شکایت کرتے ہیں۔ وہاں گرمی بھی بہت زیادہ ہے۔ ایک دفعہ جب ٹرانسفارمر اُس علاقے میں خراب ہوتا ہے تو تین چار دن تک وہ وہاں پڑا رہتا ہے۔ پھر وہ ٹرانسفارمر کو بیٹھ آتا ہے اور کو بیٹھ میں پھر ورکشاپ میں بھی پانچ، چھ دن پڑا رہتا ہے، پھر اگر یہاں سے گاڑی ملتی ہو، اُس کو پہنچانے کے لیے بھی تین چار دن لگتے ہیں۔ تو اتنی شدید گرمی میں وہاں کے لوگ تڑپ رہے ہیں۔ میری گزارش ہوگی کہ اس پر بھی جناب! اگر آپ ایک ہدایت جاری کر دیں کہ وہاں کیسکو ایک ورکشاپ کھول دے تاکہ وہیں کے لوگ وہاں جو اُن کے ٹرانسفارمر خراب ہو وہاں اُن کی مرمت ہو جائے اور لوگ دس، بارہ دن اُس گرمی میں اس کے لیے پریشان نہ رہیں۔ یہ میری گزارشات ہیں بہت مہربانی۔

جناب اسپیکر: thank you ملک صاحب۔ ہوم منسٹر صاحب! ایک تو یہ کر لیں یہ جو ڈی سی والی بات کی

ملک صاحب نے۔ ڈی سی کے حوالے سے وہاں ڈی سی کیا کر رہا ہے انتظامیہ کا آپ کہہ رہے تھے۔ چادر اور

چار دیواری کا۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! میں عرض کر رہا ہوں کہ گوادر میں رات کو ڈرون کیمرے چلائے جاتے ہیں جس سے علاقے کا فوٹو لیا جاتا ہے کیا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ڈرون چلانے کا مقصد تو یہ ہے کہ وہاں لوگوں کی بے عزتی کی جاتی ہے۔ اس پر پابندی لگادی جائے یہ میری گزارش تھی۔ اب حمل صاحب اس پر زیادہ brief کریں گے۔

میر حمل کلمتی: جس طرح ملک صاحب نے فرمایا ڈرون یہ تو چھوٹی باتیں ہیں ہم تو، میں آج اس ایوان میں گوادر کے حوالے سے میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں اور کہتا رہوں گا۔ گوادر کے حالات اس وقت اس طرح ہیں ہم گوادر میں پھر نہیں سکتے، ہم گوادر میں سمندر میں نہیں جاسکتے، ہم گوادر میں اپنے گھروں میں رہ کے بھی رات کو بھی سو نہیں سکتے۔ اُس کی چند وجوہات ہیں گوادر آپ enter ہوتے ہیں تو گوادر سٹی تک آپ سے کوئی 154 چیک پوسٹوں پر پوچھا جاتا ہے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ جب آپ گوادر جائیں گے تو آپ کو ایک الگ دنیا نظر آئے گی چاروں طرف سے گوادر پیک ہے اُس کے باوجود بھی خود کش حملے وہاں ہوتے ہیں تو اس کے ذمہ دار گوادر کے لوگ نہیں ہیں وہاں کا نمائندہ نہیں ہے۔ موجودہ حکومت اُس کی ذمہ دار ہے جو بھی کر رہی ہے موجودہ حکومت ہمارے ساتھ کر رہی ہے۔ جناب والا! ہم رات کو اپنے گھروں میں سوتے ہیں ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا کمروں تک لوگ enter ہو جاتے ہیں کہ آپ اپنی شناخت کرائیں آپ کے گھر میں دہشتگرد ہیں، آپ کے گھر میں فلاں ہو رہا ہے، آپ کے گھر میں یہ ہو رہا ہے۔ وہاں ماہی گیر ایک عذاب میں آگئے ہیں پہلی دفعہ ہم نے دیکھا ہے کہ ہم لوگ سمندر کے، گوادر کے نیلے زر کے مالک گوادر کے ماہی گیر ہیں۔ نہ بلوچستان حکومت ہے اور نہ کوئی اور ہے۔ ہم اُن وسائل کے مالک ہیں اور وہ ساحل ہمارا ہے ہم نے اُس کی حفاظت کی ہے تو وہ آج اس ملک کے ساتھ ہیں۔ آج نوبت یہاں آئی ہے کہ جب ہمارے ماہی گیر اپنے گھروں سے نکلتے ہیں اُن کے لیے timing fix کیا گیا ہے۔ کہ آپ صبح 07 سے لے کر صبح ساڑھے 11 بجے تک کوئی سمندر کی طرف movement نہیں کریں گے۔ اگر آپ movement کی ہے خدا انخواستہ رات کو ماہی گیر مچھلیاں پکڑنے سمندر میں جاتے ہیں تو اُس کا timing fix ہے کہ شام 06 بجے سے پہلے وہ باہر نہیں آسکتے۔ تو سات، سات گھنٹے اپنی boat پر بیٹھے رہیں اپنی مچھلیاں خراب کریں اُس کے بعد جب وہ timing آجاتی ہے شام 06 بجے یا 07 بجے جو انہوں نے timing دی ہوئی ہے تو آپ باہر آسکتے ہیں۔ اُس سے پہلے آپ سمندر سے جاتے ہوئے بھی آپ بغیر timing کے نہیں جاسکتے اور آتے ہوئے بھی نہیں آسکتے۔ خدا را! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ماہی گیری کی کوئی timing نہیں ہے وہ کسی

کے پابند نہیں ہے ہر چھلی کا الگ ایک ٹائم ہوتا ہے وہ جاتے ہیں شکار کرنے۔ جناب والا! جب سے PC پر حملہ ہوا ہے تو اُس دن کے بعد سے اس وقت (کر) ایک fish ہے اُس کا سیزن ہے وہ ڈھائی مہینے ہوتی ہے اب نوبت یہاں تک آئی ہے کہ وہ پہاڑ کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے اُس پہاڑ کے ساتھ ماہی گیروں کو fishing کرنے نہیں دی جاتی تو ماہی گیر کیا کریں کس کے پاس جائیں۔ جناب والا! جب آپ سمندر جاتے ہیں تو آپ کے پاس جال بھی ہوتے ہیں ماہی گیروں کے پاس اُن کا tiffin box بھی ہوتا ہے۔ اُن کی چائے کا تھر ماس بھی ہوتا ہے کوئی بھروسہ نہیں کہ وہ جائیں تین گھنٹے جائیں، اُن کو fish مل جائے اور وہ واپس آجائے چھ گھنٹے رہے آٹھ گھنٹے رہے، دس گھنٹے میں وہ مچھلیاں پکڑ کے واپس آجائیں۔ لیکن اب تو وہ جاتے ہیں بیچارے بھوکے، جاتے ہیں timing پر اور آتے ہیں timing پر اور اپنے ساتھ کوئی چیز بھی نہیں لے جاسکتے۔ جب چائیز روڈ پر کام کرنے آتے ہیں تو پورا علاقہ بند ہو جاتا ہے اور کوئی ماہی گیر اُس time مل بھی نہیں سکتا۔ آیا یہ چائیز کے باپ کا ملک ہے یا ہمارا ملک ہے۔ ہماری سرزمین ہے گوادر کسی کے باپ کی ریاست نہیں ہے۔ تو کس کے لیے یہ کیا جا رہا ہے ہم بار بار کہہ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنا کھانا بھی ماہی گیر نہیں لے جاسکتے سمندر میں اپنی جال بھی نہیں لے جاسکتے۔ اس حد تک پہنچے ہیں کہ ماہی گیر کی boat ہے چھوٹی لکڑی کی کشتی وہ ہر مہینہ اُس کو ایک خاص مواد لگاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ خراب نہیں ہوتی۔ اب وہ مواد بھی نہیں لگا سکتے اپنی boat بھی repair نہیں کر سکتے۔ ایک طرف timing کا issue ہے۔ اچھا ماہی گیر اپنے جال بھی جب ٹوٹتا ہے اُس کو بناتے ہیں وہاں سمندر کے کنارے پر shade بنے ہوئے ہیں جس کو ہم بلوچی میں چھا پرا کہتے ہیں اُس کے نیچے وہ اپنی جالیں وغیرہ بناتے بھی ہیں نئے جالیں بھی بناتے ہیں۔ ان shade کے نیچے اب ماہی گیر نہیں بیٹھ سکتے۔ تو گھر کے اندر تو کہا بنائے گا، ماہی گیر کا 20 فٹ کا گھر ہے جس میں چار چار خاندان 50، 50 لوگ رہتے ہیں ایک گھر میں ایک کمرے میں۔ تو وہ کہاں اپنے جال repair کریں کس کے پاس جائیں ہم کس کو بتائیں اس ایوان میں تو بول بول کے تھک گئے۔ یہ ایوان تو سویا ہوا ہے۔ خدارا! آپ ایک delegation بنائیں آج رولنگ دیں میں پارلیمانی معزز ایوان سے پارلیمنٹ کے نمائندے وہاں بھیجیں وہاں کی حالت دیکھیں وہ آ کے اس ایوان میں اپنی رپورٹ پیش کریں، شاید آپ کو یقین ہو۔ بحیثیت MPA گوادر، میں تو بول بول کے تھک چکا ہوں۔ اب نوبت یہاں تک آئی ہے کہ ہم گوادر میں روزانہ ہڑتال کل رات کو ہڑتال۔ میں کل گوادر سے 8 بجے نکلا ہوں میں نے تربت cross کیا تو مجھے فون آیا ہے کہ ماہی گیروں نے جیٹی کا گیٹ بند کر دیا ہے۔ بھئی کیوں بند کر دیا ہے؟ سنا ہے excavator سے انہوں نے پوری کھدائی کی ہوئی ہیں کہ ماہی گیر سمندر بھی نہ جائیں اور اپنی بوٹ بھی نہیں نکالیں۔ تو ہم کہاں جائیں

یہ کیا ہو رہا ہے ہمارے ساتھ؟ جب ہم بات کرتے ہیں کہتے ہیں یہ تو قومی غدار ہے اس ملک کے خلاف ہے ہم نے اس ملک کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ تو ہم کس کے پاس جائیں کہاں جائیں۔ اب میں اس ایوان کو لیکر جاؤں وہاں جا کر سڑکوں پر بیٹھ جاؤں۔ گوادر میرا گھر ہے میں نہیں چاہتا اس کا امن تباہ ہو، میں نہیں چاہتا گوادر میں اس طرح کی حرکتیں ہوں، میں نہیں چاہتا گوادر میں اس طرح روز بڑھتا لیں ہوں۔ کیوں ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے کیوں ہم روڈوں پر آ رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ حمل کلمتی صاحب!

میر حمل کلمتی: خدارا! جناب اسپیکر صاحب! آج آپ رولنگ دیں۔ اس معزز ایوان کی طرف سے کمیٹی بنائیں جو میرے ساتھ چلے ماہی گیروں سے ملے۔ سارے حقائق اپنی آنکھوں سے دیکھیں پھر آپ کو آ کے بتائیں۔ روزانہ واقعات ہوتے ہیں کیوں ہوتے ہیں کیوں ہو رہے ہیں کون کر رہا ہے ہم کر رہے ہیں۔ ہم نے کب کیا ہم پر امن لوگ ہیں گوادر کے لوگ ان vip culture کے بھی خلاف ہیں ہم مافیا کے بھی خلاف ہیں ہم نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔ کون ہیں وہ غلط لوگ ان کو آپ ڈھونڈیں نا۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ حمل صاحب! ہوم منسٹر صاحب آپ۔ جی

میر ضیاء اللہ لاگو (وزیر داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! جہاں تک چیک پوسٹوں کی بات کی گئی۔ یہ چیک پوسٹیں آج سے نہیں لگی ہوئی ہیں بہت پرانی چیک پوسٹیں ہیں۔ جس میں ہم نے اس پر کام start کیا ہے ہم نے خود بھی محسوس کیا ہے۔ کہ جتنی چیک پوسٹیں بلوچستان میں اس وقت موجود ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور بلوچستان کے لوگ میرے خیال میں اتنی زیادہ چیک پوسٹوں سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ تو میں نے پہلے ہی اُس پر initiate لیتے ہوئے فلات ڈویژن کی جتنی بھی ہماری چیک پوسٹ تھیں ان کو ہم نے، فی الحال ہر ڈسٹرکٹ میں ایک ہی چیک پوسٹ رکھی ہے جو joint ہوگی جس agency۔۔۔

جناب اسپیکر: نہیں گوادر کے حوالے سے۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: تو ابھی گوادر ڈسٹرکٹ اور چمن کے حوالے سے ہم نے next میٹنگ رکھی ہے انشاء اللہ اُس میٹنگ میں چیک پوسٹیں ہیں یہ صرف گوادر میں نہیں پورے بلوچستان میں انشاء اللہ آپ کو نظر آ جائے گا ہم چیک پوسٹیں کم کر رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ۔

میر حمل کلمتی: جناب اسپیکر! ساری چیک پوسٹیں پرانے دور کے نہیں ہیں بلکہ ابھی لگی ہیں۔ آپ جب

وزیر اعلیٰ تھے آپ گوادر آئے اُس کے بعد۔ جناب والا!

جناب اسپیکر: سنیں تو صحیح میر حمل صاحب! جو ہوم منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں اسی دوران ہم ایک کمیٹی بھی بنا لی تھی کہ وہ visit کرے اور concrened لوگوں سے ملے۔ جہاں تک ہوم منسٹر کر سکتا ہے اس میں سیکرٹری صاحب! پھر ساری پارٹیوں سے ایک ایک پارلیمانی لیڈر کو لے کر کے۔ ٹھیک ہے thank you

جی وقفہ سوالات۔ جی زاہد ریگی صاحب سوال نمبر 363۔

میرزا بدلی ریگی: سوال نمبر 363۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں (وزیر خوراک و بہبود آبادی): Answer taken as read.

☆ 363 میرزا بدلی ریگی رکن اسمبلی: نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 23 ستمبر 2020ء

کیا وزیر خوراک ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

ضلع واشک کیلئے سال 2018ء اور 2019ء کے دوران کس قدر میٹرک ٹن گندم کی خریداری کی گئی نیز کیا یہ درست ہے کہ خرید کردہ گندم مذکورہ ضلع کے عوام میں سرکاری نرخ پر فروخت کی گئی اگر جواب اثبات میں ہے تو ان کے نام مع ولدیت علاقہ اور قیمت فی بوری کی تفصیل بھی دی جائے؟

وزیر خوراک: جواب موصول ہونے کی تاریخ 16 اکتوبر 2020ء

یہاں اس امر کا ذکر کرنا انتہائی ضروری ہے کہ سال 2018-19ء کے دوران محکمہ خوراک حکومت بلوچستان نے گندم کی خریداری نہیں کی۔

میرزا بدلی ریگی: جناب اسپیکر صاحب! میں نے سوال کیا تھا کہ 2018-19ء میں۔۔۔

میر حمل کھمتی: جناب اسپیکر صاحب! آپ رولنگ دیں کہ ماہی گیروں کو سمندر میں کھلی آزادی ہے جس time جائیں جس time آئیں۔

جناب اسپیکر: دیکھیں! یہ وہ کمیٹی جا کے visit کریں اور concrened لوگوں کے ساتھ میٹنگ کرے رولنگ دے کر کے کیا کرنا ہے آپ چیئر کی رولنگ خراب نہیں کریں ناں۔ رولنگ سے ہوتا نہیں ہے۔

میر حمل کھمتی: میں آپ کو حلفاً کہہ رہا ہوں کہ گوادر کے لوگ سڑکوں پر نکل آئیں گے اُس کے بعد کوئی بھی چیز میرے اور آپ کے ہاتھ میں نہیں ہوگی۔

جناب اسپیکر: میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ concern لوگوں سے بات کر کے اس چیز۔۔۔

میر حمل کھمتی: کب جائیگی کتنے دنوں میں جائیگی؟

جناب اسپیکر: کمیٹی جب جائے۔

میر حمل کھمتی: 16 کے بعد 17، 18 کو چلیں۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔

میر حمل کھمتی: ٹھیک ہے۔ thank you جناب اسپیکر!

میرزا بدلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! میں نے سوال کیا تھا 19-2018ء میں گندم کی کتنی خریداری کی ہوئی

ہے؟ تو جواب میں یہ دیا ہوا ہے منسٹر صاحب کے ڈیپارٹمنٹ نے کہ یہاں اس کا ذکر کرنا انتہائی ضروری ہے کہ سال

19-2018ء کے دوران محکمہ خوراک بلوچستان حکومت نے گندم کی خریداری نہیں کی ہے۔ آخر یہ منسٹر صاحب

بتادیں کہ وجہ کیا ہے کہ 19-2018ء میں خریداری نہیں کی ہوئی ہے۔

جناب اسپیکر: جی Minister for food.

وزیر خوراک و بہبود آبادی: جی شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! جو انہوں نے سوال پوچھا تھا کہ 19-2018ء

میں گندم کی خریداری اور کس ضلع میں۔ تو ہم نے جواب دیا تھا کہ ہم نے خریدی نہیں۔ اصل میں بنیادی وجہ یہ تھی کہ

میں تھوڑی سی اس کو تفصیلی بتا دوں کہ یہ گورنمنٹ سے پہلے بینکوں سے loan لیا جاتا تھا اُس پر interest دیتے

تھے اور بے انتہا حکومت کا نقصان ہوتا تھا۔ جس دن سے یہ حکومت آئی ہے تو ہم نے یہ move کیا۔ جب میرے

پاس یہ نوڈ ڈیپارٹمنٹ آیا تو ہم نے گورنمنٹ cabinet میں ہم لے گئے۔ کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ ہمیں پیسے دے گا

ہم گندم خریدیں گے اور پھر بغیر interest کے وہ پھر ہم جیسے ہی بیچتے جائینگے واپس اُن کا جو loan ہوگا۔ اُس کو ہم

فنانس ڈیپارٹمنٹ کو واپس کریں گے۔ بعد جو سبسائیڈی ہے وہ گورنمنٹ آف بلوچستان برداشت کرتی

ہے۔ 19-2018ء میں ہم نے process شروع کیا ہم نے camp لگائے ہمارے PD گئے۔ لیکن قدرتی

آفات کی وجہ سے جو ہمارا main area ہے نصیر آباد ڈویژن وہاں سیلاب آیا تھا، گندم ہم نے چیک کی میرے

پاس آئی میں نے چیک کی۔ پھر میں نے ایک اور ٹیم بھیج دی تو وہ گندم consumable نہیں تھی۔ ہم اس

position میں نہیں تھے کہ وہ خراب گندم خریدیں اور کل اُس کو بلوچستان کے عوام کو دیں، لہذا 19-2018ء

میں بنیادی وجہ یہ تھی کہ سیلاب اور وہ گندم ساری پانی کے نیچے آگئی تھی۔ تو اُس وجہ سے ہم نے خریداری نہیں کی۔

جناب اسپیکر: جی شکر یہ منسٹر صاحب!

میرزا بدلی ریکی: اسپیکر صاحب! سردار صاحب نے کہا کہ جب بارش ہوگی نصیر آباد میں تو گندم خراب ہوگی

اس وجہ سے ہم لوگوں نے گندم کی خریداری نہیں کی۔

جناب اسپیکر: نہیں نہیں انہوں نے کہا کہ بینک سے پیسے کے حوالے سے۔

میرزا بدعلی ریکی: نہیں اس نے بعد میں یہ بھی کہا کہ نصیر آباد میں۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: زابد صاحب سن لیں، دو factors تھے ہماری گورنمنٹ کو credit جاتا ہے کہ وہ بغیر اس کے interest کے نہیں پیسے دیتی ہے۔ اور جو ہم نے پچھلے سال خریداری کی یا اس سال کی ہے جی۔ تو وہ ہمیں گورنمنٹ آف بلوچستان نے بغیر کسی سود کے دیئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ میں بتا رہا ہوں کہ۔۔۔

جناب اسپیکر: وہ تو ویسے ہی بتا دیا۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: ہاں وہ خراب ہو گئی تھی۔

میرزا بدعلی ریکی: جناب اسپیکر! بلوچستان کے ہر ڈسٹرک میں اس time گندم کاشت ہوتی ہے صرف نصیر آباد نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: میرزا بدعلی ریکی صاحب! اگلے سوال پر آئیں۔ جی اب اس کو چھوڑیں۔

میرزا بدعلی ریکی: جناب اسپیکر! صحیح آپ مطمئن کریں۔

جناب اسپیکر: صحیح مطمئن کر دیا جو ہے وہ اُس time۔

میرزا بدعلی ریکی: صحیح نہیں ہے سردار صاحب عوام کو ہمیں صحیح طرح مطمئن نہیں کر رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: مطمئن کر رہے ہیں کچھ کہانیاں ہیں وہ بتا رہے ہیں ناں۔

میرزا بدعلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! وہ کہتے ہیں صرف نصیر آباد کے گندم خراب ہو گئی ہے باقی ڈسٹرکوں کی خراب نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: زابد صاحب ساتھ ساتھ یہ مسئلہ بھی بتا رہے ہیں کہ وہاں یہ ہوا ہے۔ لیکن یہ ہے کہ اصل مسئلہ کچھ اور تھا۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: نہیں نہیں اسپیکر صاحب ناں ناں۔

جناب اسپیکر: اچھا! مسئلہ یہی تھا کہ فنانس سے پیسے لینے تھے ناں۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: نہیں نہیں، سنیں زابد صاحب! پیسے بھی ہو گئے تھے، ہمارے camp بھی لگ گئے۔

PD اور پورا اسٹاف بھی چلا گیا۔ جب ہم نے ایک انکوائری کمیٹی بھیجی اُس نے کہا گندم خراب ہے۔ ہم خریدیں گے تو ہمارے لینے مسئلہ ہوگا۔ اُس کے اوپر پھر ہم نے 7 یا 9 کئی مختلف جگہوں سے آفیسرز لیکے ہم نے بھیجے۔ انہوں نے کہا کہ گندم خراب ہے ہم خریدیں گے ہمارے لئے مسئلہ ہے ایک تو consumable نہیں

ہے دوسرا یہ ہے کہ کل یہ scandal بنے گا، شکر الحمد للہ کے آج دوسرا تیسرا سال ہے نوڈ کا۔ الحمد للہ آج تک اللہ تعالیٰ نے اس سفید کپڑوں پر داغ نہیں لگایا نہ میرے اوپر نہ میرے اسٹاف پر باقی جو فرما رہے ہیں۔ ابھی اگر ہمارا process شروع ہے۔ میں ریکی صاحب کو ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں اگر ان کا وہ علاقہ گراؤنڈ میں ہے۔ جو ابھی مارچ میں خریداری ہوگی اُس کے لئے ہم ان کے پاس ایک وہ لگانے کو تیار ہیں۔ major part جو ہمارا ہے گندم جتنی بھی ہم خریدتے ہیں۔ اس دفعہ میری ذاتی شکر الحمد للہ گندم ہوئی مجھے بارکھان میں ہم نے ٹوٹل حالانکہ وہ گندم growing زون میں آتی ہے، ٹوٹل ہم نے اٹھارہ سو بوری اُس میں چودہ، پندرہ سو بوری میری اپنی ذاتی زمین کی تھی۔ باقی دو تین سو ادھر ادھر سے، تو جہاں بھی اگر آپ ہمیں گندم دینا چاہتے ہیں، ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں آپ ہمیں دیں۔

جناب اسپیکر: جی اختر حسین صاحب۔

میرا اختر حسین لاگو: addition کرتے ہیں۔ سردار صاحب نے کہا نصیر آباد جعفر آباد کی گندم سیلاب یا بارش کسی بھی وجہ سے خراب ہو گئی تھی۔ کیا یہ سردار صاحب ہمیں بتائیں گے کہ نوڈ ڈیپارٹمنٹ کی جو گندم کی purchasing ہے اُس کے حوالے سے کیا یہ پابند ہے کہ صرف نصیر آباد اور جعفر آباد کی لیں یا صرف بلوچستان کے اندر سے لیں کہ کہیں سے بھی گندم خرید کے اپنے لوگوں کو facilitate کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ جب ایک پورے financial year میں جب گندم نہیں خریدی جاتی تو اُس علاقے کے لوگ جس علاقے کو نوڈ ڈیپارٹمنٹ سپلائی دیتا ہے گندم کی، تو اُس علاقے کے لوگوں کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے۔ کہ جب سرکار کی طرف سے گندم یا جو امداد ہے، وہ نہیں جائے گی اُن کے پاس لوگوں کے پاس تو لوگ کیا کریں گے؟ اب جیسے واشک ڈسٹرکٹ ہے کچھ ہمارے اور ڈسٹرکٹس ایسے ہیں اُن میں گندم کی پیداوار اتنی نہیں ہے کہ اُن ڈسٹرکٹس کے لوگ اُس سے اُن کا گزارا ہو سکے۔ اگر ایک علاقے کی بلوچستان کی گندم اُس سال خراب تھی تو یہ سندھ سے بھی خرید سکتے تھے پنجاب سے بھی خرید سکتے تھے۔ یہ باہر ممالک سے بھی خریدتا ہے جناب والا! کبھی کبھی کینیڈا اور آسٹریلیا سے بھی منگواتے ہیں۔

جناب اسپیکر: shortage تو نہیں تھی۔

میرا اختر حسین لاگو: تو یہی حکومت بلوچستان کے جو نوڈ ڈیپارٹمنٹ ہے کیا ان کے rule میں کوئی specific پابندیاں اُن پر ہیں کہ آپ نے بلوچستان کی باؤنڈری سے نہیں نکلنا ہے۔

جناب اسپیکر: نہیں کیا shortage رہی ہے؟

سردار عبدالرحمن کھیران: جی بتانے لگا ہوں۔ جناب اسپیکر صاحب! بڑا اچھا سوال کیا اختر جان نے۔ ایسا ہے کہ پھر جب ہم خریداری نہیں کر سکے تو صوبائی حکومت نے مرکزی حکومت کے ساتھ رابطہ کیا۔ انہوں نے پھر ہمیں منظوری دی۔ ہم نے پاسکو سے پھر گندم خریدی اور جو shortage جہاں ہم اصل میں ایک کروڑ something ہے جو بلوچستان کی ضرورت ہے۔ مجھے exact figure بھی یاد نہیں ہے تو ہم اُس کا تقریباً دس لاکھ بوری، 15 لاکھ بوری خریدتے ہیں۔ کہ وہ مارکیٹ کو stable کریں۔ اور ہم سبسڈی دیں جیسے جتنا بھی اُس پر خرچہ آتا ہے ہم آٹھ سو ساٹھ روپے میں دے رہے تھے ابھی نیاریٹ نکلے گا۔ تو اس پر پہلی بات تو یہ ہے تو میں معزز رکن کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ کہیں پر بھی ہم priority بلوچستان کے growers کو دیتے ہیں اگر یہاں نہ ہو پھر ہمارے پاس second option کیوں کہ پنجاب کی گندم وہ پنجاب خود خریداری کرتا ہے۔ KP خود خریداری کرتا ہے، سندھ خریداری کرتا ہے۔ تو پھر ہم مجبوراً پاسکو کے پاس جاتے ہیں اور جب ہم نے خریدی تھی تو ہم پاسکو کے پاس گئے اور پاسکو سے ہم نے خریداری کر کے ہم نے مارکیٹ میں shortage نہیں ہونے دی۔ thank you

(اس مرحلہ پر سردار بارخان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر نے اجلاس کی صدارت کی)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زابد علی ریکی صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 364 دریافت فرمائیں۔

میر زابد علی ریکی: thank you جناب اسپیکر صاحب سوال نمبر 364۔

☆ 364 میر زابد علی ریکی رکن اسمبلی: نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 23 ستمبر 2020ء

کیا وزیر خوراک ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔ 9 اگست 2021ء کو موخر شدہ

کیا یہ درست ہے کہ ضلع واشک میں گندم کی حفاظت کیلئے گودام تعمیر کیے گئے ہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو ان گوداموں میں کل کس قدر بوری گندم رکھنے کی گنجائش ہے گودام وار تفصیل دی جائے نیز اگر جواب نفی میں ہے تو مذکورہ ضلع میں تاحال گودام تعمیر نہ کرینگی و جوہات کیا ہیں؟

وزیر خوراک: جواب موصول ہونے کی تاریخ 16 اکتوبر 2020ء

جی ہاں یہ درست ہے کہ ضلع واشک میں گندم کی حفاظت کیلئے ایک گودام تعمیر کیا گیا ہے جس میں ایک ہزار بوریاں رکھنے کی گنجائش ہے چونکہ گودام کی حالت ٹھیک نہیں ہے اس کی مرمت کا پی سی ون تیار ہے جس پر بہت جلد کام شروع ہوگا۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر صاحب! اس کا جواب miss-print ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا

ہے کتنے گودام ہیں وہاں تو ضلع واشک میں تین گودام ہیں ہمارے ماشیل ایک ہزار بوری کا ہے۔ واشک میں ایک ہزار بوری کا ہے بسیمہ میں ایک ہزار بوری کا ہے۔ ہمارے پاس تین گودام ہیں، یہاں غلطی سے miss-print ہوا ہے کہ ایک گودام ہے۔

میرزا بدلی ریکی: تو بالکل جناب اسپیکر صاحب! یہ جو میں نے سوال کیا تھا۔ جواب سردار صاحب نے دیا تھا ڈسٹرکٹ میں واقعی تین گودام ہیں۔ سارے گودام میرے خیال سے اس time کنڈرات ہیں 1980ء اور 85 کے جناب اسپیکر صاحب! آپ یہ سردار صاحب کو بولیں یہ نئے گودام ہے یہ آپ کب دے دیں گے ڈسٹرکٹ میں کم از کم آدمی اپنی گندم وہاں رکھ لیں۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: اس کو تیار کر کے لے آتا مطلب ہے daily کہ حساب سے لاکھوں روپے ہم سود دیتے رہے ہیں۔ ابھی بھی ہم کوشش کر رہے ہیں ہم نے move کیا ہوا ہے سی ایم صاحب کی طرف کہ کسی طرح سے loan واپس کر کے بینکوں سے فارغ ہو جائیں پھر صوبائی حکومتوں کو۔ تو ہماری مالی position یہ نہیں تھی۔ پورے بلوچستان کا میں مانتا ہوں۔ کہ پورے بلوچستان کا سوائے کوئٹہ، پشین، مسلم باغ، تین چار جگہ ہے۔ ہر جگہ پر گوداموں کا برا حال ایک تو وجہ یہ تھی پیسہ نہیں تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ اتنی کرپشن تھی کہ جو گندم جہاں بھی پڑی ہے۔ آج بھی میرے پاس لوگ آئے کل بھی آئیں گے گندم سالوں سے پڑی ہوئی ہے وہ گندی ہو چکی ہے لیکن چونکہ وہ کیس NAB میں ہے، اینٹی کرپشن میں ہے۔ تو اُس کو ہم dispose-off نہیں کر سکتے۔ اُس کا impact ہمارے اوپر کیا ہو رہا ہے۔ کہ وہ گندم کے جو کیڑے ہیں جو ہم fresh رکھتے ہیں اُس پر آ جاتے ہیں۔ ہم نے تو اس سال بہت کوشش کی کہ repair بھی کرایا formication بھی کرائیں۔ لیکن پھر بھی یہ آتا ہے۔ یہاں وہ گندی گندم اس گودام میں پڑی ہوئی ہے، اسکو fresh گودام میں ٹرانسفر کرتے ہیں وہ دروازہ کھلتا ہے یا تو ہماری اس گندم کو بھی خطرہ ہوتا ہے۔ تو اب انشاء اللہ، اللہ نے چاہا تو ہم سروے کراتے ہیں۔ میں اپنے سیکرٹری صاحب کو بتا دوں گا کہ آپ کے ڈپٹی کمشنر کے ساتھ رابطہ کر لیں اگر آپ growing میں ہیں تو ہم اگلا سینٹر آپ کے واشک میں جس جگہ آپ ماشیل کا کہیں گے، بسیمہ کا کہیں گے یا واشک کا کہیں گے جہاں بھی آپ فرمائیں گے یہ میری commitment آپ کے ساتھ ہے وہاں ہم سینٹر قائم کریں گے۔ آپ گندم دینے والے نہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔

میرزا بدلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! بات یہ ہے یہ تین سالوں میں تین بجٹ آئے ہیں، سوائے پچہ نہیں ہر

کوئی PSDP کو اپنے کیا کہیں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تو اسی وجہ سے میں ساری اپوزیشن والے بار بار یہ کہتے ہیں کہ ہم عوامی نمائندے ہیں ہم آپ کو تجویز دیتے ہیں۔ آپ ہماری تجویز دیکھ لیں کہ یہ تجویز یہ نمائندہ دے رہا ہے یہ اپنی کرپشن کے لئے یا اپنے علاقے کے لئے ہے، اسی حوالے سے میں کہہ رہا ہوں جناب اسپیکر صاحب! سردار صاحب! آپ کہتے ہیں on-going ان تین سالوں میں ایک ہی گودام ڈسٹرکٹ واشک میں آپ لوگوں نے نہیں کیا ہوا ہے۔ اور آئندہ پتہ نہیں اگر آپ ہمیں یقین دہانی کراتے ہیں سردار صاحب! ہماری آپ سے امید وابستہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: باقی سردار کھیتران صاحب نے کہہ دیا ہے کہ بلوچستان میں کہیں بھی جو ہے فوڈ کی یہ حالت نہیں تھی کہ ہم گودام بنا سکتے کیوں کہ future میں پورا ڈیپارٹمنٹ قرضوں میں ڈوبا ہوا تھا، ہم یہ تجویز میں رکھیں گے کہ آپ کے علاقے کی طرف کوئی نہ کوئی گودام بنائیں گے۔

میرزا بدلی ریکی: future میں رکھیں گے جناب اسپیکر صاحب! یہ پی ایس ڈی پی صرف روڈ کے لئے ہے؟ بلوچستان کی پی ایس ڈی پی یہ ہیلتھ کے لئے نہیں ہے گودام کے لئے نہیں ہے ایجوکیشن کے لئے نہیں ہے۔ آپ 2021ء کی پی ایس ڈی پی میں دیکھ لیں واشک میں دو اسکیم دی ہوئی ہیں روڈ کی، ایک 45 کروڑ کی ہے دوسری تیس کروڑ کی ہے۔ میری بات سنیں، 30 کروڑ کی ہے اُس کو عوام نے reject کیا ہوا ہے۔ کیونکہ اُس کا بھائی ٹھیکیدار ہے۔ اُس نے جام کے ساتھ مل کے کہ مجھے یہ روڈ چاہیے ٹھیکہ اپنے بھائی کے نام کر لوں گا۔ بھائی خدارا! واشک میں آپ ہیلتھ میں یہ پیسے دے دیں آپ گوداموں کی شکل میں یہ پیسے دے دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ریکی صاحب to the point آپ بات کریں۔ سوالات کی طرف آتے ہیں۔

میرزا بدلی ریکی: نہیں جناب اسپیکر صاحب! ہم سردار صاحب سے کہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سوالات کی طرف آتے ہیں۔

میرزا بدلی ریکی: خدارا! آپ مہربانی کریں آپ منسٹر ہیں اگر اس آنے والے سال میں انشاء اللہ اگر اللہ نے

زندگی دی آپ مہربانی کریں تین چار گودام اس آنے والی PSDP میں شامل کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ ریکی صاحب۔

میرزا بدلی ریکی: یقین دہانی کرانا چاہتے ہیں۔

وزیر خوراک و بہبود آبادی: جناب اسپیکر صاحب! میں ان کو full یقین دہانی کراتا ہوں کہ اگر میں 2023ء

تک فوڈ منسٹر رہا تو ایک گودام ان کا میں اعلان کر رہا ہوں۔ اگر کوئی اور گورنمنٹ آگئی اگر کوئی اور فوڈ منسٹر آگیا اگر کچھ

اور آگیا اس کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

میرزا بدعلی ریکی: thank you جناب اسپیکر صاحب! ایک ہی اس نے وعدہ کیا اس ایک پر بھی ہمیں لیبیک کہنا ہے۔ thank you جناب اسپیکر صاحب! اس کے کہنے کا کیا مطلب ہے ”کہ اگر میں رہا؟“ یہ وجہ کیا ہے ان سے آپ پوچھ لیں جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں انہوں نے صحیح کہا کہ اگر زندگی رہی یا گورنمنٹ رہی تو میں۔۔۔

میرزا بدعلی ریکی: میرے خیال سے جناب اسپیکر صاحب! ان لوگوں کی گورنمنٹ گڈ وڈ ہے۔ یہ نئی کشتی اس طرح ہو رہی ہے جلدی انشاء اللہ ہم ادھر جائیں گے اور وہ ادھر آئیں گے۔

وزیر خوراک و بہبود آبدی: جناب اسپیکر صاحب! دیکھیں پرانی چیز کا ان کی یہ جو میر نصیب اللہ بیٹھے ہیں نا ان کی بلوچی کی ایک مثال ہے۔ وہ دُنبے پر کیا ہے کہ جس کے نیچے سے ہوا گزر جائے، وہ کھڑا ہوتا ہے پہاڑ میں دُنبہ، بکرا۔ تو اُس کے نیچے سے ہوا گزرتی ہے تو کہتا ہے کہ وہ بے اعتبار ہے۔ یہ اقتدار یہ زندگی یہ چیزیں کسی کی جاگیر نہیں ہیں۔ کل ہم ادھر بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ کیا کیا ہوا۔ آج شکر الحمد للہ۔۔۔ (مداخلت) ہمارے گھروں کی تلاشی لی گئی۔ چادر و چادر دیواری کو پامال کیا گیا ہمیں سزائیں دی گئیں۔ ہمیں پانچ بکتر گاڑی میں آپ خود تصور کریں کہ اُس میں AC نہ ہو گرمی میں بند گاڑی میں آپ کس طریقے سے سفر یہاں سے مجھے لے جایا جاتا تھا لورالائی، اسی گرم گاڑی میں جس کے دروازے بھی نہیں کھلتے تھے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کھیتراں صاحب! سوالات کی طرف آتے ہیں۔

وزیر خوراک و بہبود آبدی: جی سر! میں نے عرض کی۔ میں وضاحت کرتا ہوں۔۔۔ (مداخلت) نہیں نہیں ابھی ٹھیک نہیں ہے۔ دیکھیں۔۔۔ (مداخلت) آج آپ لوگوں کو ہوا میں خواب نظر آتا ہے۔ دیکھیں! جام صاحب کی جاگیر نہیں ہے نہ سردار اختر کی جاگیر تھی، نہ ڈاکٹر مالک کی جاگیر تھی اور نہ ثناء اللہ کی جاگیر تھی۔ پتہ نہیں لوگ کیا کیا تصور کر کے آتے ہیں۔ میری ایک، اُس چیف منسٹر کا میں نام نہیں لوں گا میں ایک بات کرنے لگا ہوں۔ ہم نے اُس سے کہا، ادھر گیلری میں مجھے جیل سے لایا ادھر آ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کے ساتھ لوگ چھوڑ رہے ہیں۔ کہتا ہے ”یارتُم غلط فہمی میں ہو 2018ء تک میں ہوں پھر 2018ء سے 2023ء تک میں ہوں۔ 2023ء سے پھر 2028ء تک میرا بیٹا ہوگا اُس کے بعد پھر جس کو جانا ہے“۔ وہ آپ والی چیئر پر بیٹھا ہوا بندہ نے پتہ نہیں کیا کمال کر دیا۔ دیکھیں! اقتدار اور یہ موت،۔۔۔ (مداخلت) ہم بھی یہی کہتے ہیں ہمارا ایمان ہے کہ موت، زندگی، عزت، ذلت یہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے، نہ اُن کے ہاتھ میں ہیں نہ ہمارے نہ کسی

اور کے۔ ادھر سے جو حکم ربانی آتا ہے ناں وہی ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سوالات کی طرف آتے ہیں جی ملک نصیر احمد شاہ ہوانی صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 401 دریافت فرمائیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: دریافت تو فرمایا ہے ہم نے، لیکن اس کا جواب نہیں ہے۔

جناب عبدالخالق ہزارہ (وزیر کھیل و ثقافت): میں معذرت چاہتا ہوں اگلی دفعہ جو ہے مطلب اس پر کچھلی دفعہ ہوا یہ تھا کہ سوال آیا ہوا تھا لیکن جو انہوں نے پوچھا ہے ڈیٹیل سے میرے خیال میں ڈیٹیل میں جواب نہیں تھا اُس کو واپس بھیجا گیا تھا۔ انشاء اللہ اگلی دفعہ آپ کو جواب موصول ہوگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چلو اس کو اگلے سیشن کیلئے مؤخر کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک نصیر احمد شاہ ہوانی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 428 دریافت فرمائیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: سوال نمبر 428

جناب عبدالخالق ہزارہ (وزیر کھیل و ثقافت): جواب پڑھا ہوا سمجھا جائے۔

☆ 428 ملک نصیر احمد شاہ ہوانی رکن اسمبلی: نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 17 اپریل 2021

کیا وزیر کھیل ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

کیا یہ درست ہے کہ شاہ ہوانی اسٹیڈیم سریاب کی دیکھ بھال کیلئے ملازمین تعینات کیے گئے ہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو ان کے نام مع ولدیت، عہدہ اور لوکل/ڈومیسائل کی تفصیل دی جائے نیز اگر جواب نفی میں ہے تو حکومت کب تک مذکورہ اسٹیڈیم میں ملازمین تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیل بھی دی ہے؟

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: جناب اسپیکر صاحب! میرا سوال یہ ہے کہ شاہ ہوانی اسٹیڈیم سریاب کے جو ملازمین ہیں

اس میں چوکیدار کی بھی ایک پوسٹ ہے لیکن وہ بھی مستونگ ڈسٹرکٹ سے لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ منسٹر صاحب کی میں معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں ایک سپروائزر بھی ہے جس کا تعلق یہاں ہمارے ڈسٹرکٹ سے نہیں ہے۔ تو میرے سوال کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ چھوٹی چھوٹی جو پوسٹ ہیں خاص کر چوکیدار، تو یہ وہاں کے مقامی لوگوں کا حق بنتا ہے کہ وہاں رہے اگر یہ چوکیدار، مالی کیلئے بھی دوسرے ڈسٹرکٹ سے لوگ آئیں تو میرے خیال میں یہ نا انصافی ہے اُن علاقوں کیلئے، کیا وہ مجھے بتائیں گے کہ یہ جو چھوٹی پوسٹیں ہیں خاص کر ان کو واپس وہاں کے علاقے کے لوگوں کو اسمیں adjust کریں گے؟

وزیر کھیل و ثقافت: ملک صاحب! میں آپ سے agree کرتا ہوں، میری ہمیشہ سے یہ بات رہی ہے کہ

ہماری بد قسمتی یہ رہی ہے۔ خصوصاً آپ نے دیکھا ہے کہ ایوب اسٹیڈیم میں مطلب واشک بھی وہاں بھرتی ہیں۔ مطلب واشک والے سن رہے ہیں بہت سارے ڈسٹرکٹس کے ہیں وہ ایماندارانہ اپنی ڈیوٹی پر نہیں آرہے ہیں۔ اسی بات پر میرا ہمیشہ سے یہ مدعا رہا ہے کہ خدا کے واسطے جو جو appointment ہوگی اور خصوصاً اس کے بعد جو سیٹیں نکلے گی خصوصاً اسپورٹس ڈیپارٹمنٹ میں جہاں بھی میرا ڈیپارٹمنٹ ہے وہ اسی یونین کونسل سے اسی ڈسٹرکٹ سے اسی تحصیل سے بندے لئے جائیں گے تاکہ وہاں کچھ ڈیلیوری ہو سکے۔ میرا ہمیشہ سے گلہ بھی یہی رہا ہے کہ خدا کے واسطے مری آباد سے آپ کہیں پر ہرنائی میں یا چمن میں appointment کر دیں وہ کام نہیں کریں گے۔ تو چمن والے کوچن مبارک ہو، وہیں پران کا حق بنتا ہے۔ خضدار والے کو خضدار میں۔ اور واشک میں جو سیٹیں نکلیں گی واشک ڈسٹرکٹ یا واشک کے عوام کا حق ہے میں آپ سے ایگری کرتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ میں دیکھتا بھی ہوں کہ جو مستونگ والے ہیں ان کو مستونگ میں ٹرانسفر کیا جائے، ان کی جگہ پر اس علاقے کے لوگوں کو appoint کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ملک نصیر شاہوانی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 429 دریافت فرمائیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: سوال نمبر 429

جناب عبدالحق ہزارہ (وزیر کھیل و ثقافت): پڑھا ہوا سمجھا جائے۔

☆ 429 ملک نصیر احمد شاہوانی زکن اسمبلی: نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 17 اپریل 2021ء

کیا وزیر کھیل ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ کھیل کی جانب سے کوئٹہ شہر میں قائم کردہ فٹبال گراؤنڈز اور اسٹیڈیمز پر ہر سال ایک خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے جبکہ شہر کے مضافاتی علاقوں میں تاحال اسٹیڈیمز اور فٹبال گراؤنڈز کا قیام عمل میں نہیں لایا گیا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت شہر کے مضافاتی علاقوں میں فٹبال گراؤنڈز اور اسٹیڈیمز تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیل دی جائے۔

وزیر کھیل: جواب موصول ہونے کی تاریخ 20 مئی 2021ء

(الف) حکومت بلوچستان نے سال 2020-21 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں کوئٹہ کیلئے ایک جدید طرز اسپورٹس کمپلیکس کی تعمیر کی منظوری دی گئی ہے جو سریاب روڈ پر بنایا جائیگا اس کے علاوہ سال 2021-22 کے سالانہ پروگرام میں ایک اور جدید طرز کا اسپورٹس کمپلیکس منظور کیا گیا ہے۔

(ب) جی بالکل حکومت بلوچستان کوئٹہ کے مضافاتی علاقوں میں فٹبال گراؤنڈ اور منی اسپورٹس کمپلیکس تعمیر کرنے جاری ہے جو کہ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کیے گئے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر صاحب! اس میں میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئٹہ کے جو تین چار بڑے اسٹیڈیم ہیں سالانہ ان میں کروڑوں روپے خرچ کیئے جاتے ہیں۔ اور گزشتہ تقریباً چالیس پینتالیس سال جب یہ اسٹیڈیم وجود میں آئے ہیں اور جب کوئٹہ کے مضافات میں نظر دوڑائی جائے تو وہاں اسٹیڈیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ ایک شاہوانی اسٹیڈیم سریاب جو نواب اکبر خان شہید نے وہاں دیا تھا اس کے بعد سریاب کی ایک بہت بڑی دس لاکھ کی آبادی ہے وہاں ایک اس قسم کا کوئی اسپورٹس کمپلیکس یا اسٹیڈیم نہیں تھا اور اسی طرح کوئٹہ کے مضافات میں جس طرح کچلاک ہے یا سرہ غرگئی ہے، نواں کلی ہے، ہنہ ہے تو ان علاقوں کیلئے بھی اور خاص کر میں کہتا ہوں کہ بجا اس کا کہ سالانہ یہ پیسے انہی اسٹیڈیم کی ریپیزنگ پر خرچ کیا جائے۔ کوئٹہ کے مضافات میں بھی اس کی بہت ضرورت ہے۔ انہوں نے ایک جواب دیا ہے کہ شاید ایک فٹبال سریاب روڈ پر ایک بہت بڑے اسپورٹس کمپلیکس کا تو اگر واقعی اس کی بنیاد رکھنے جارہے ہیں، اس کیلئے ہماری بھی بہت جدوجہد تھی جب ہم فیڈرل گورنمنٹ کا حصہ تھے اُس وقت بھی اس زمین کی نشاندہی ہو چکی تھی اس پر جتنا جلد ہو سکتا ہے کام شروع ہو جائے تو اس سے میرے خیال میں وہاں کے عوام مستفید ہوں گے۔ شکر یہ۔

وزیر کھیل و ثقافت: جی ملک صاحب! آپ درست فرما رہے ہیں۔ اسپورٹس کمپلیکس کے حوالے سے یقیناً بلوچستان حکومت کی جو کریڈیٹ ہے سب سے زیادہ کریڈیٹ ہے یہ پورے ملک میں سب سے بڑا جو ہے پیکج بھی ہے اور میگا پراجیکٹ بھی ہے۔ اس کیساتھ ساتھ کوئٹہ میں جس طرح دو اسپورٹس کمپلیکس بننے جارہے ہیں ایک جگہ کا تعین ہو چکا ہے سریاب روڈ میں جو ریڈیو اسٹیشن کی زمین ہے اُس پر کام کا آغاز ہونے جارہا ہے۔ دوسرا نوحصار میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کہیں بڑا اسٹیڈیم کوئی سوا ایکڑ زمین ہم نے خریدی ہوئی ہے انشاء اللہ وہاں بھی بننے جارہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوئٹہ پیکج کے حوالے سے تقریباً سترہ کے قریب mini-sports complexes کوئٹہ میں بنائے جارہے ہیں۔ اور دوسرے ڈسٹرکٹس میں بھی بارہ کے قریب mini-sports complexes بننے جارہے ہیں۔ کوئٹہ میں پشتون آباد، خروٹ آباد، یونیورسٹی آف بلوچستان، سائنس کالج، گرلز کالج، سریاب، نواں کلی، ویسٹرن بانٹی پاس، ایسٹرن بانٹی پاس، سپین کاریز، ریلوے ہاکی گراؤنڈ، زرنون ہاؤسنگ اسکیم، جوانٹ روڈ، جناح ٹاؤن، پولیس لائن، کچلاک اور ڈگری کالج سریاب، سترہ کے قریب mini-sports complexes بننے جارہے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ جو سریاب کا جو بڑا اسپورٹس کمپلیکس بننے جارہے ہیں۔

تقریباً ساٹھ سے ستر ایکڑ پر وہ بہت سارے مسائل کا ہمارے ہاتھ کے حوالے سے ان کے مسائل کا حل ہونے جا رہا ہے انشاء اللہ آپ مطمئن ہوں گے۔ شکریہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! منسٹر صاحب نے اچھا فرمایا، ابھی میں نے ایک پبلک امپارٹنس کی بات کی تھی جو اسپورٹس سے ان کا تعلق تھا۔ اسپیکر صاحب نے ایک رولنگ دیدی چیف سیکرٹری صاحب کو۔ ایسا ہے کہ قائد اعظم ٹرافی ہو رہی ہے اُس کیلئے صوبے میں entire the provincial districts کے اندر میچز ہو رہے ہیں وہاں سے بچوں کو لیا جاتا ہے۔ یہاں ٹیم ون اور ٹیم سیکنڈ، دو ٹیمیں بنائی جاتی ہیں۔ اُن میں جن بچوں نے پرفارم کیا جو میرٹ پر آئے تھے میں ان میں سے ایک دو نام آپ کو بتاتا چلوں، ایک کا نام ہے لورالائی سے تعلق رکھنے والا ناصر خان ولد امان اللہ جس نے سات میچوں میں 446 رنز اسکور کئے ہیں۔ دو سنچریاں بنائیں۔ اور دو نصف سنچریوں کیساتھ 23 وکٹیں حاصل کی ہیں۔ لیکن اس میں جو سب سے پوزیشن پر تھا میرٹ پر تھا اس کو اس ٹیم میں نہیں لیا گیا۔ اسی طرح نصیر آباد سے تعلق رکھنے والا عابد علی نے چھ میچوں میں 502 رنز اسکور کئے ہیں، اس بیچارے کو اس میں نہیں لیا۔ اسی طرح سب سٹی سے تعلق رکھنے والا رسول بخش ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیر صاحب! اس پر تو میرے خیال میں order in the House خالق ہزارہ صاحب! order in the House اس پر تو اسپیکر صاحب نے رولنگ بھی دے دی اس پر آپ نے کافی بات کر لی یہ چونکہ پی سی بی کے اندر آتا ہے۔ تو آپ اور منسٹر صاحب پھر اس پر بیٹھ کر پی سی بی کے ساتھ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جی ہاں۔ مطلب یہ فوری مسئلہ ہے ان بچوں کا بہت مذاق اڑایا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: منسٹر صاحب! آپ کے ساتھ تعاون کریں گے اس پر پھر اگر پی سی بی کو لیٹر لکھنا پڑا اسپیکر صاحب نے اس پر already اپنی رولنگ دے دی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: رولنگ دے چکے ہیں۔ میں آپ کو باخبر رکھنا چاہتا ہوں بحیثیت اسپورٹس منسٹر کہ جو پہلی ٹیم بن رہی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر آپ لوگ پوری تفصیلی نشست کر لیں نا اس پر رولنگ بھی ہوگی تفصیلی بات بھی ہوگی۔ وزیر کھیل و ثقافت: جو بھی مجھ سے ہو سکا میرے ڈیپارٹمنٹ سے ہو سکا انشاء اللہ ہم کریں گے ہمارے بچے ہیں ہمارے اپنے لوگ ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: عبدالحق ہزارہ صاحب! آپ اس کو پی سی بی کے ساتھ take up کریں۔

وزیر کھیل و ثقافت: ٹھیک ہے جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زابدعلی ریکی صاحب! آپ سوال نمبر 529 دریافت فرمائیں۔

میر زابدعلی ریکی: thank you جناب اسپیکر صاحب! سوال نمبر 529

☆ 529 میر زابدعلی ریکی رکن اسمبلی: نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 13 جولائی 2021

کیا وزیر کھیل ازراہ کرم مطمع فرمائیں گے کہ۔

مالی سال 2021-22ء کے بجٹ میں محکمہ کھیل و اشک، لسبیلہ، تربت اور ضلع کوئٹہ کیلئے کل کسٹڈ راسامیاں تخلیق کی

گی ہیں ان کے نام، گریڈ اور تعداد کی تفصیل دی جائے؟

وزیر کھیل:

مالی سال 2021-22ء کے بجٹ میں محکمہ کھیل و اشک، تربت اور کوئٹہ ان اضلاع کیلئے کوئی اسامی تخلیق نہیں ہوئی

جبکہ ضلع لسبیلہ کیلئے جو اسامیاں تخلیق کی گئی ہیں ان کی تفصیل ذیل ہے:

سیریل نمبر	نام آسامی	گریڈ	تعداد
1	ٹیوب ویل آپریٹر	بی پی ایس-6	1
2	گراؤنڈ مین	بی پی ایس-1	5
3	مالی	بی پی ایس-1	1

میر زابدعلی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! میں نے question لایا تھا 2021-22ء کے بجٹ میں محکمہ کھیل

و اشک، لسبیلہ، تربت اور کوئٹہ ان اضلاع کے لئے کس قدر اسامیاں تخلیق کی گئی ہیں؟ اُس نے لسبیلہ کا جواب دیا ہوا

ہے۔ کیوں اس میں و اشک کے لیے پوسٹیں نہیں ہو سکتیں اسپیکر صاحب! یہ منسٹر کو آپ بتادیں کہ یہ پوسٹیں صرف

لسبیلہ کے لئے ہیں کیونکہ سی ایم لسبیلہ سے ہیں، وہ ہر چیز لسبیلہ کو دے دیتے ہیں، پوسٹیں دیکھیں، پی ایس ڈی پی

دیکھیں وغیرہ باقی حلقوں کو ملازمت نہیں چاہیے؟ جناب اسپیکر صاحب! یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہ سی ایم

صاحب کر رہے ہیں۔ یہ منسٹر صاحب آپ بتادیں آخر آپ بھی منسٹر ہیں محکمے کا، منسٹر آپ کم از کم اگر آپ لسبیلہ کو دس

پوسٹ دیتے ہیں تو اس بد بخت ڈسٹرکٹ کو دو تو دیدیں ایک دیدے 2021-22ء میں آپ نے زیرو کیا ہوا ہے۔

کیوں جناب اسپیکر صاحب! وجہ کیا ہے؟ مجھے یہ بتادیں میرے ڈسٹرکٹ نے آخر کیا گناہ کیا ہوا ہے؟ گناہ یہی کیا

ہوا ہے مجھے ووٹ دیا ہوا ہے جناب اسپیکر صاحب! لسبیلہ ہے پی ایس ڈی پی دیکھیں لسبیلہ ہے پوسٹ دیکھیں لسبیلہ

ہے لسبیلہ، لسبیلہ، لسبیلہ 13 ارب روپے لسبیلہ نے اس سال کھالیے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی عبدالخالق ہزارہ صاحب! اس کا اگر جواب آپ دے دیں۔

وزیر کھیل و ثقافت: دیکھیں اس میں زاہد صاحب! اس طرح نہیں ہوتا ہے پوسٹ وہاں دی جاتی ہے جہاں کوئی اسٹریکچر موجود ہو اگر کہیں پر کوئی اسٹریکچر نہیں ہے انشاء اللہ و تعالیٰ واشک میں جو یہ سپورٹس کمپلیکس بننے جا رہا ہے ان کی ساری پوسٹیں واشک والوں کو ملیں گی اور create بھی ہوگی اور وہ جتنی بھی ہیں سو کے قریب ہوگی ہزار کے قریب ہوگی واشک والوں کو ملیں گی جہاں جہاں رہی بات جو ہے ضروری ہے مطلب ابھی مجھ سے ملک نصیر شاہوانی صاحب نے پوچھا کہ یہاں شاہوانی سٹیڈیم میں یہ نہیں ہے۔ میں آپ کو بتا دوں قیوم پاپا سٹیڈیم جس میں ہماری ایک پوسٹ بھی نہیں ہے۔ قیوم پاپا سٹیڈیم بہت بڑا بہترین سٹیڈیم بنا ہوا ہے ایک پوسٹ بھی نہیں وہاں پے ابھی اس کے بعد پوسٹ ان کو دی جائیگی تو پوسٹ دیتے وہاں پر جہاں اسٹریکچر موجود ہو جہاں اسٹریکچر اسٹریکچر ہال موجود ہو وہاں لوگوں کی ضرورت ہے یہاں پی این کی ضرورت ہے یہاں آفیسر کی ضرورت ہے یہاں تو پوسٹ وہاں کے لئے create کی جاتی ہے تو وہاں اگر کوئی چیز ہی نہیں ہے تو پوسٹ create نہیں ہوگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ خالق ہزارہ صاحب۔

میرزا بدلی ریگی: نہیں منسٹر صاحب! آپ مہربانی کریں آپ چلیں میں آپ کو دکھا دوں گا بسیمہ میں بھی ہے، واشک میں بھی ہے، مائیکل میں بھی ہے۔ 2017ء اور 2018ء کی تقریباً کتنی پوسٹیں ابھی تک pending میں ہیں وہ نکالیں کل میں آپ کے آفس آؤں گا آپ سیکرٹری کو بولیں جتنی پوسٹیں رہ گئی ہیں 2017ء کے وہ نکالیں نئی پوسٹیں ویسے آپ نہیں دے رہے ہیں پرانے تو نکال دیں۔

وزیر کھیل و ثقافت: وہ نکال رہے ہیں۔ زاہد صاحب! انشاء اللہ و تعالیٰ پوسٹیں جو سپورٹس ڈیپارٹمنٹ کی کلچر کی وہ آرہی ہیں انشاء اللہ اسی ہفتے دس دن میں آپ کو وہ publish بھی ہو جائیگی واشک کی جو پوسٹیں ہیں وہاں اس حوالے سے بھی ہیں۔

میرزا بدلی ریگی: یعنی اسی ہفتے دس دن میں جناب اسپیکر صاحب! ان کو بولیں promise ہے آپ کا دس دن میں آئینگے انشاء اللہ۔

وزیر کھیل و ثقافت: میں نے promise کیا ہے اس ہاؤس میں جو بات آپ بولتے ہیں وہ promise ہی ہے اس ہاؤس کے اندر، یہ مقدس ہاؤس ہے۔

میرزا بدلی ریگی: ٹھیک ہے جناب اسپیکر صاحب! خالق صاحب۔۔۔

وزیر کھیل و ثقافت: آپ پہلے واشک سے نکل جائیں۔

میرزا بدلی ریگی: بابا! میں واشک سے کیوں نکل جاؤں مجھے عوام نے ووٹ دیا ہے میں واشک میں ہی رہوں گا

thank you جناب اسپیکر صاحب! خالق جان دل بڑا کریں اور برداشت کریں۔

وزیر کھیل و ثقافت: میں نے کہا پوٹسٹیں نکل رہی ہیں آرہی ہیں آپ کی پوٹسٹیں وہاں ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: order in the House

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زیرے صاحب آپ اپنا سوال نمبر 486 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: Thank you Mr, Spkeer Question No-486

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی چونکہ کیوڈی اے منسٹر آج نہیں ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: کیوڈی اے، یہ وزارت کس کے پاس ہے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: مبین خلجی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: اچھا چیئر مین صاحب ہیں تو ان کو تو آج آنا چاہیے تھا اسی لئے وہ آج نہیں آئے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جواب آپ لوگوں کو ٹیبل کر دیا ہے اگر آپ مطمئن نہیں ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں میں مطمئن نہیں ہوں میں سوال کرنے تھے ضمنی سوال کرنے تھے ہر دفعہ جس

دن اس کا سوال ہوتا اس دن وہ غائب ہو جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جتنے سوالات ہیں ان کو اگلے اجلاس کے لئے defer کئے جاتے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: یہ تو بہت زیادہ وقت ہے ابھی اتنا انتظار کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جناب احمد نواز بلوچ صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 508 دریافت فرمائیں۔ اس کا جواب

آ گیا ہے تو اس کو dispose-off کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وقفہ سوالات ختم۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیر صاحب! آپ اپنا توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you Mr.Speaker. میں وزیر برائے محکمہ صحت کی توجہ ایک مسئلے

کی جانب مبذول کرانا ہوں کہ گزشتہ 13 سال سے پی پی ایچ آئی کے تقریباً دو ہزار ملازمین کنٹرکٹ کی بنیاد پر کام

کر رہے ہیں۔ کیا محکمہ صحت پی پی ایچ آئی کے ملازمین کو مستقل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تفصیل فراہم کی جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی میڈم۔

ڈاکٹر بابہ خان بلیدی (پارلیمانی سیکرٹری محکمہ صحت): جی پی پی ایچ آئی ایک کمپنی کے طور پر کام سرانجام دے رہی

ہے اور کپینز میں ملازمین کنٹرکٹ کی بنیادوں پر ہی تعینات کئے جاتے ہیں چونکہ پی پی ایچ آئی ایک کمپنی ہے اس

لئے محکمہ صحت کا ان ملازمین کو مستقل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ البتہ یہ ملازمین جو پی پی ایچ آئی میں کام کر رہے ہیں یہ گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں جو اسامیاں مشترکہ کی جاتی ہیں ان پر یہ apply کر سکتے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں محترمہ کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس کا written میں بھی آپ کو میرے خیال سے۔۔۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں written میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح جواب نہیں ہے جب صحیح

جواب نہیں آیا ہے میں مطمئن نہیں ہوں دو ہزار لوگوں کی زندگیوں کا مسئلہ ہے 13 سال انہوں نے ڈیوٹی کی ہے۔

انہوں نے Covid-19 میں فرنٹ لائن پر کام کیا ہے۔ آپ کے صوبے کے تمام ہسپتال ہیلتھ یونٹس کو پی پی ایچ

آئی کے ان دو ہزار لوگوں نے وہاں ایکٹیو کر لیا۔ وہاں فعال کر لیا محکمہ صحت تو کچھ نہیں کر سکتا۔ اور پھر جناب اسپیکر! جو

ملازمین پی پی ایچ آئی میں کام کر رہے ہیں وہ دوحصے ہیں، ایک وہ ملازمین ہیں جو پندرہ سو ہیں اور ڈسٹرکٹس

سپورٹ یونٹ آفیسرز لیول کے ہیں ان کی تنخواہیں پی پی ایچ آئی دے رہی ہے۔ اور جو باقی ملازمین ہیں ان کی

تنخواہیں حکومت بلوچستان محکمہ صحت دے رہا ہے۔ جب محکمہ صحت دے رہا ہے تو جو پوسٹیں آرہی تھیں جو آگئیں جو

پک گئیں ان پوسٹوں پر ان دو ہزار ملازمین کو آپ نے کیوں نہیں لگایا؟ محترمہ آپ کہہ رہی ہیں کہ باقی جو دیگر فونڈ

میں آئیں گی، دیگر ڈیپارٹمنٹس میں آئیگی وہ جا کر وہاں apply کریں اب وہ لوگ over age ہو گئے تو یہ صحیح

بات نہیں ہے کیا وہ کمپنی کا حصہ نہیں ہیں۔ یہ آپ تنخواہیں دے رہے ہیں محکمہ دے رہا ہے حکومت بلوچستان محکمہ

ہیلتھ آپ لوگ تنخواہیں دے رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے محترمہ کہ اوجی ڈی سی ایل بھی ایک کمپنی ہے۔ پی پی ایل

بھی ایک کمپنی ہے فوجی فریٹلائزر وہ بھی ایک کمپنی ہے ان کے ملازمین مستقل ہیں ان کے ملازمین کو سب کچھ مل رہا

ہے ان بیچاروں کا کیا قصور ہے کہ آپ نے ان کو اس بہانے رکھا ہے کہ چونکہ یہ کمپنی ہے۔ تنخواہیں آپ دے رہے

ہیں خدمت آپ کے لئے سرانجام دے رہے ہیں آپ کے ہسپتال ہیلتھ یونٹس کو انہوں نے اتنا ایکٹیو کیا ہے اور ابھی

13 سال کے بعد ان سے آپ کہہ رہے ہیں کہ نہیں آپ جائیں آپ کو مستقل نہیں کر رہے ہیں۔ تلوار ان کے اوپر

لٹک رہی ہے جب بھی وہ آجائے وہ فارغ ہو جائیں گے وہ کہاں جائیں گے لہذا حکومت اس پر

غور کرے کہ ان ملازمین کو جو ہسپتال ہیلتھ یونٹس میں کام کر رہے ہیں ان کو آپ محکمہ ہیلتھ میں کریں اور یہ سب کچھ یہ

میرے سامنے تمام ڈاکومنٹس پڑے ہوئے ہیں کہ ان کو باقاعدہ طور پر آپ کے فنانس ڈیپارٹمنٹ کا letter پڑا ہوا

ہے یا آپ کے دوسرے ڈیپارٹمنٹ کا letter پڑا ہوا ہے جس میں واضح طور پر لکھا ہے:

Recruitment process against the sanctioned vacant posts from

BPS-01 to BPS-15.

یہ تو یہی ملازمتوں کی باتیں ہو رہی ہیں۔ تو یہ آپ بجائے دوسروں کو لائیں، ان بیچاروں کو، ان کو آپ اپنے محکمے میں کھپائیں ان کو مستقل کریں۔ شکریہ۔

پارلیمانی سیکرٹری محکمہ صحت: محترم اسپیکر صاحب! ہر کمپنی کا اپنا ایک app ہوتا ہے اپنا ایک code of business ہوتا ہے۔ اس پر وہ عملدرآمد کرتی ہے اور ملازمین کو hire کرتی ہے۔ جو بھی ملازمین انہوں نے hire کیے ہیں یقیناً ان کا ایک appointment agreement ہوتا ہے جس پر انہوں نے sign کیئے ہوں گے۔ میرے محترم بھائی اگر اس بارے میں مزید کچھ سوالات جاننا چاہتے ہیں یا ان کے کوئی خدشات ہیں تو یہ question form میں لے آئیں ڈیپارٹمنٹ پھر جو ہے اس کو ایڈریس کر لے گا انشاء اللہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: دیکھیں جناب اسپیکر!

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب! اس پر بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ کارروائی آگے کافی رہتی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: محترمہ نے اس فلور پر، ابھی عبدالحق ہزارہ صاحب نے کہا کہ جو بات فلور پر کی جاتی ہے یہ مقدس ایوان ہے اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ہمارے دوست نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ محترمہ نے اس سے پہلے اسی ایوان میں وعدہ کیا تھا کہ میرے حلقہ انتخاب میں میسج ہیلتھ یونٹ ہے، اس کی پوسٹیں منظور ہیں۔ اس پر لوگوں کو لگنا تھا۔ محترمہ نے وعدہ کیا تھا ”کہ آپ کے ساتھ میٹنگ ہوگی، ڈی جی صاحب کو بلائیں گے سیکرٹری صاحب کو بلائیں گے“۔ آج تک وہ وعدہ بسیرا ثابت ہوا، نہ میٹنگ arrange ہوئی، نہ ڈی جی کو بلا یا گیا۔ تو اب بھی یہ جو پی پی ایچ آئی کے ملازمین ہیں خدارا! ان کو آپ کھپائیں یہ بیچارے over age ہو رہے ہیں، یہ کہاں جائیں گے۔ اس بارے میں آپ میٹنگ کال کریں ان کو بھی بھلائیں ہمیں بھی بلائیں تاکہ اس پر ہم بحث کر سکیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنی توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: محترمہ تو پہلے اس پر کچھ بولیں جناب اسپیکر صاحب!

جناب ڈپٹی اسپیکر: محترمہ نے بول دیا ہے اگر آپ کو کچھ چاہیے محکمے کی طرف سے۔

پارلیمانی سیکرٹری محکمہ صحت: جناب اسپیکر! انہوں نے پی پی ایچ یو کے بارے میں بات کی ہے تو پی پی ایچ یوز سارے

کے سارے پی پی ایچ آئی کے domain میں آتے ہیں وہ محکمہ صحت کے domain میں نہیں آتے۔ تو میرا خیال

ہے کہ یہ بات بھی clarify ہو جاتی ہے کہ وہ تمام ملازمین کی اسمیاں Hiring and firing

-everything is the domain of PPH

جناب نصر اللہ خان زیرے: تو کریں ناں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ میں وزیر برائے محکمہ داخلہ و قبائلی امور کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرواتا ہوں کہ بلوچستان کے سرحدی ضلع چاغی کے شہر تفتان کے کاروباری اور محنت مزدوری کرنے والے افراد سرحد کی بندش کی وجہ سے شدید معاشی اور مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ حکومت نے اس سلسلے میں کیا اقدامات اٹھائے ہیں، تفصیل فراہم کی جائے؟۔ شکر یہ۔

میر ضیاء اللہ لاگو (وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! ہمارے رختان ڈویژن میں جو ہیں دو گیٹ آتے ہیں، بارڈر کراسنگ پر ایک پی بی نمبر 72 ہے جس کو پیدل آمد و رفت یعنی جانے اور آنے کے لیے دونوں طرف سے کھولا ہے۔ اور لوگ آتے جاتے ہیں۔ لیکن اُس میں جو ہے دونوں طرف سے نئے ویزہ کووڈ کی وجہ سے کرونا وائرس کی وجہ سے دونوں طرف سے جو ہے نئے ویزا اسٹیشن کیے جا رہے ہیں۔ باقی جو پیدل لوگ آتے جاتے ہیں ان کی آمد و رفت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ باقی دوسرا ایک گیٹ ہے گیٹ نمبر 73 ہے۔ اُس کے لیے جو ہے بارہا ایرانیوں کے ساتھ اسٹنٹ کمشنر لیول پر اور ڈپٹی کمشنر لیول پر میٹنگیں ہوئی ہیں۔ اور ان کو ہماری طرف سے ہماری حکومت کی طرف سے تحریری طور پر اُن سے request کی گئی ہے کہ آپ بارڈر کھول دیں تاکہ لوگ اپنا کاروبار شروع کر سکیں۔ ہماری طرف سے ان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ایرانی احکام جو ہے انہوں نے اس کو بند کیا ہوا ہے۔ ایک دفعہ بیچ میں انہوں نے کھولا بھی تھا لیکن ابھی بھی ہماری طرف سے گیٹ نمبر 73 پر بھی کوئی اسٹنٹ نہیں ہے۔ وہ ایرانی حکام کی طرف سے اُس کو بند کیا گیا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر صاحب! کسی بھی صوبے میں یا وفاقی وحدت میں لوگوں کی معاشی، معاشرتی معاملات کے تحفظ کا جن کی ذمہ داری ہے وہ اُس حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صوبائی حکومت کے کندھوں پر بہت زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور صوبائی حکومت کو اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سوال ہمیں نہیں لانا چاہیے تھا۔ کووڈ کی وجہ سے کرونا کی وجہ سے یا فیڈرل گورنمنٹ کی جو پالیسیز ہیں بلوچستان کے حوالے سے، اُس کی وجہ سے بلوچستان کے عوام نان شبینہ کے محتاج ہو گئے ہیں۔ یہ وہ صوبہ تھا جہاں پر کوئی بھوک سے نہیں مرتا تھا۔ یہ وہ صوبہ ہے جہاں پر پیاس سے نہیں مرتا تھا۔ یہ وہ صوبہ ہے یہاں بیروزگاری سے لوگ خود کشیاں نہیں کرتے تھے۔ یہ صوبے کی جتنی تھوڑی بڑی آبادی تھی ہمارے بارڈر اور سرحدیں کھلی ہوئی تھی ہمارے لوگ جا کر

روزگار کرتے تھے۔ اشیائے خوردونوش اپنے علاقے کے ایران میں لے جاتے تھے افغانستان لے جاتے تھے۔ ہم کم از کم ایک خوشحال زندگی گزار رہے تھے لیکن جب کوئی ریاست وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں جب کوئی پالیسیز بناتی ہیں تو ان کو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ آپ وہاں کے علاقوں کے معاشی، معاشرتی معاملات کے بارے میں ان کا کوئی impact کیا ہوگا۔ اب جس طرح میرے بھائی نے ضیاء بھائی میرا چھوٹا بھائی ہے میرا۔ انہوں نے فرمایا میں دو تین چیزیں، یہ ایک ایگریمنٹ ہے میرے پاس جناب والا 1956ء کا ایک ایگریمنٹ ہوا ہے تفتان بارڈر کے حوالے سے۔ اُس کے بعد پھر ایک ایگریمنٹ ہوا ہے ایران بارڈر پر 2009ء کا، اُس کی بھی کاپی بھی میرے پاس پڑی ہوئی ہے۔ بلوچستان کے کوئی 2100 کے قریب کلومیٹر جو ہے ہماری سرحدات ہیں وہ افغانستان اور ایران سے ملتی ہیں ہماری تقریباً ساری معاشرتی اور معاشی زندگی کا انحصار بلوچستان کے 60 سے 70 فیصد معاشی اور معاشرتی زندگی کا انحصار تاریخی طور پر ہماری سرحدوں کے ساتھ رہا ہے۔ پھر جب یہ ساری چیزیں آپ نے بند کر دی لیکن تفتان وہ ایک بہت internationally-known آپ کا بارڈر ہے۔ کوئی ایسا بارڈر نہیں ہے۔ لیکن تفتان اگر آپ جا کر دیکھیں دنیا میں جو بارڈری شہر ہوتے ہیں لوگ وہ سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں لوگ ان کو دیکھنے کے لیے جاتے ہیں لیکن تفتان پہلی دفعہ ٹی وی پر اس وقت سامنے آیا جب فروری 2019ء میں کورونا کے کیسز پاکستان میں کورونا کی داخل ہونا شروع ہوئے تو لوگوں نے جس تفتان کا نام سنا تھا تو وہ ماسوائے صحرا کے ماسوائے نخلستان کے ماسوائے بھوکتان کے ان کو تفتان میں اور کچھ نظر نہیں آیا کورونا کے بعد تفتان کے شہریوں نے لاکھوں کی تعداد میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو وہاں پر جگہ دی جب وہ وہاں سے گئے آج تک یہی حکومت صوبائی حکومت کسی ایک دن بھی انہوں نے جا کر تفتان کے شہریوں کے نہیں پوچھا کہ آپ۔ یہ کورونا آیا آپ کی سرحدی تجارت بند ہوگئی ہے آپ کی معیشت اور کاروبار بند ہو گیا آپ کو مسائل کیا ہیں کیا یہاں کوئی بھوک سے مر رہا ہے کوئی یہاں پیاس سے مر رہا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب! مختصر کر لیں توجہ دلاؤ نوٹس میں اتنا جو ہے زیادہ نہیں ہوتا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جس طرح میرے بھائی نے سرگیٹ کا ذکر کیا میں ابھی آتا ہوں کہ ایٹھوز کیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں اگر آپ کے ساتھ بہتر solution ہے تو آپ منسٹر صاحب کے ساتھ میز پر بیٹھ کر کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: میں اُن کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایک صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ مجھے ایک لیٹر یہاں وہ produce کر کے یہاں پر دکھا دیتے کہ صوبائی حکومت نے تفتان بارڈر پر جو 4 گیٹ ہیں ایک ہے

جس کو کہتے ہیں زیرو پوائنٹ، زیرو پوائنٹ یہ گیٹ کرتا تھا جس کو ٹیکس فری گیٹ کہتے تھے کہ کوئی بھی شخص آئے، جائے اس پر نہ کوئی کسٹم ڈیوٹی ہوتی تھی اشیاء خوردنوش کی چیزیں وہ بھی اس کے بیگ میں اگر اس کیساتھ ہوتی تھی یہ liberty اور یہ آزادی جب باؤنڈری کمیشن انگریز کے ساتھ بنا تھا، پھر اس کے بعد ایران کیساتھ بنا تھا 1956ء میں یہ طے پایا تھا کہ ہمارے لوگوں کی زندگی گزر بسر ایران کے اور ہمارے ایک دوسرے کے ساتھ ہے تو اس کی اجازت ہوگی۔ زیرو پوائنٹ کا گیٹ جناب والا مکمل طور پر بند ہے۔ وہاں پر تفتان سمیت چاغی میں خاران میں واشک میں ہمارے سارے بیروزگار بچے الیکشن سے پہلے ہم نے ان سے وعدہ کیا ہم آپ کو خوشحال بلوچستان اور باروزگار بلوچستان دیں گے۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ بلوچستان میں یہ حکومت آئی گی بجائے روزگار کے لوگوں کو بیروزگاری اور بھوک دے گی۔ خاران والے بیچارے جو جاتے تھے وہاں ایران میں جاتے تھے وہاں پرویزے بھی بند ہو گئے ہیں۔ ایک تو آپ نے زیرو پوائنٹ کا گیٹ بند کر دیا۔ جب افغانستان کے ساتھ آپ کی ویزہ پالیسی جاری ہے آپ کے لوگ آرہے ہیں جارہے ہیں۔ کیا مجھے کوئی ایک لیٹر دکھائیں کہ آپ نے ایران کے ساتھ معاشی اور معاشرتی مسائل کو base بنا کر آپ نے ایران کی حکومت کے ساتھ ایک میٹنگ کی ہے 2019ء کے بعد فروری کے بعد۔ اگر کی ہے مجھے تفصیلات یہاں ملنی چاہیے تھی اس اسمبلی میں اس فلور پر۔ پھر میں یہ سوال نہیں اٹھاتا۔ دوسری بات ایک اور گیٹ ہے جس کو ”بازار چہ“ کہتے ہیں۔ بازار چہ وہ گیٹ ہے جو ہمیشہ کھلا رہتا تھا جناب اسپیکر صاحب! آپ کی توجہ کے لیے 4 ہزار کے قریب روزانہ مزدور یہاں پر موسمی خیل سے لے کر ژوب سے لے کر خاران سے واشک سے لے کر تفتان کے اپنے باشندوں تک 4 ہزار لوگوں کی زندگیوں کا انحصار روزانہ کی بنیادوں پر، یہ 4 ہزار کے پیچھے آپ فیملیز کا اندازہ کریں۔ 4 ہزار خاندانوں کا انحصار جب ایران کی گاڑیاں آتی تھیں یہ 4 ہزار مزدوران کو unload کرتے تھے گاڑیوں سے اپنی چیزیں اتارتے تھے پاکستانی گاڑیوں میں لوڈ کرتے تھے 4 ہزار مزدوروں کا روزگار اس سے واسطہ تھا جس کو بازار چہ گیٹ کہتے ہیں ایک مہینہ پہلے حکومت بلوچستان نے کسی بھی اخبار میں نوٹس دیئے بغیر ایف بی آر نے کوئی نوٹس دیئے بغیر۔ کسی کو بتائے بغیر اچانک بازار چہ کا وہ گیٹ پوائنٹ بند کر دیا ہے۔ کہتا ہے ”ہمیں ایف بی آر سے نوٹس آیا ہے کہ ابھی آپ اس گیٹ کو چھوڑیں، جائیں، وہاں پر جی این ایل سی کے ذریعے سے آپ جائیں وہاں سے جائیں۔ اب این ایل سی کے ذریعے سے جو گیٹ بنائے گئے ہیں جو گاڑی پہلے تین گھنٹے میں کلیئر ہوتی تھی وہ اب تین ہفتے میں بھی کلیئر نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جناب والا! دیکھیں تفتان میں کیا میں آپ کو ابھی صرف بتانا چاہتا ہوں کہ تفتان کے شہری ابھی میرے ساتھ فون لائن پر تھے جو احتجاج پر وہاں بیٹھے ہیں۔ 16 سے 18 کروڑ روپے روزانہ نیشنل بینک میں taxes جمع ہوتے ہیں تفتان کے۔ یہ صرف تفتان کا

جو نیشنل بینک ہے، NLC والا شمار نہیں کرتا۔ جو ڈسٹرکٹ روزانہ 50 کروڑ روپے یعنی چاغی کا جو تفتان سب ڈویژن ہے وہ 50 کروڑ روپے دیتا ہے۔ وہاں پر ایک ہائی اسکینڈری اسکول بھی نہیں ہے جس کے اساتذہ بھی نہیں ہیں۔ ایک گرنز کالج اور ایک گرنز اسکول بھی نہیں ہے۔ وہاں پر ایک Hospital بھی نہیں ہے۔ وہاں پر پینے کا پانی نہیں ہے۔ وہاں کے لوگوں کیلئے کوئی ایک ہیومن ریسورس یا ان کو بارڈر ٹریڈ کے حوالے سے ترقی دینے والا تعلیم دینے والا ایک ادارہ بھی نہیں ہے۔ یہی وہ باتیں تھیں جو ہر سال ہم آپ کو پی ایس ڈی پی سے پہلے بتاتے ہیں کہ آپ بلوچستان کی جغرافیہ کو بلوچستان کے جسم کو بلوچستان کے جسم کے اعضاء کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ کہاں پر کیا inject کرنا ہے۔ کہاں پر کس قسم کی intervention development کی کمی ہے۔ تاکہ بلوچستان میں مایوسی کم ہو بلوچستان کے اندر یہ بد امنی کم ہو بلوچستان کے نوجوان جو ہیں وہ پہاڑوں کے بجائے آپ کے شہروں کی طرف پیار و محبت کا رخ کریں لیکن آپ لوگ کسی بات کو نہیں سنتے۔ آج بھی تفتان میں اس وقت احتجاج جاری ہے خاران کے لوگ بے روزگار، چاغی کے لوگ بے روزگار، واشک کے لوگ بارڈر کی وجہ سے بے روزگار، پنجگور کی بد امنی ابھی تھوڑی دیر کے بعد میرا آرہا ہے اُس کی بد امنی کی وجہ کیا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ایک substantive سا جواب تفصیل کے ساتھ اتنی بڑی حکومت ہے اتنی بڑی مشینری ہے جس وزارت پر میرے بھائی، میرے چھوٹے بھائی بیٹھے ہیں۔ 70 ارب روپے سالانہ اس کا بجٹ ہے میں یہ بارڈر کے بارے میں تفصیل لاسکتا ہوں آپ کم از کم اُس کو کہتے کہ 2 فائل بنا کے ادھر جو معزز رکن توجہ دلاؤ نوٹس، سر! میں سینٹ میں رہا ہوں میں قومی اسمبلی میں رہا ہوں جب توجہ دلاؤ نوٹس پیش کی جاتی ہے تو نوٹس کا جواب روایتاً یہی ہے کہ جو محرک ہے اُس کو آپ تفصیلات کے ساتھ آپ کے سیکشن آفیسر اور سیکرٹری بنا کے بھیج دیتے ہیں۔ یہ واحد صوبہ ہے جو گپوں میں چلتا ہے صرف باتوں پر چلتا ہے جو مفروضوں پر چلتا ہے جو دعاؤں پر چلتا ہے جو بد دعاؤں پر چلتا ہے جو تعویذ پر چلتا ہے جو دم پر چلتا ہے تو درود پر چل رہا ہے یہ حکومت ایک بھی سائینفک طریقہ اختیار کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اور آپ کے اس تفتان سے لیکر پنجگور سے لیکر خاران سے لیکر وہ واشک کے درپدر کے ذکر کو کسی بھی ضلع کو اٹھالیں۔ ایک بھی جگہ سے آپ کو لوگوں کی کوئی اچھی بات ملتی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں سر میری تجویز یہ ہے ضیاء صاحب آپ ہمارے چھوٹے بھائی ہیں آپ وفاقی حکومت کو فوری طور پر خط لکھیں آپ کا اہم فرض ہے آپ اہم منسٹری پر بیٹھے ہیں وزیر اعلیٰ کو کہیں خط لکھے کہ ایف بی آر نے جو پالیسی بازار چہ گیٹ والا ہے زیرو پوائنٹ کے حوالے سے گیٹ کے حوالے کیا ہے اُس کو فوری طور پر منسوخ کر کے بازار چہ گیٹ کی 1956ء میں ایگریمنٹ ہوا تھا اُس کو فی الفور بحال کریں۔ ایف بی آر جو ٹیکس لیتا ہے۔ وہ ٹیکس یہاں پر تفتان کی خوشحالی اور ترقی پر خرچ ہو زیرو پوائنٹ جو 1956ء کے معاہدے کے تحت وہ نان ٹیکس، ٹیکس فری جو ہمارا گیٹ تھا وہ

اُس کو دوبارہ کھولا جائے۔ تیسری بات یہ ہے کہ بزنس کے حوالے سے اگر ایران کی حکومت کے ساتھ کورونا کا مسئلہ ہے پوری دنیا بیٹھ کے SOPs بنا رہی ہے۔ پوری دنیا Rules of Procedure بنا رہی ہے۔ آپ کا تاثر نہیں جاسکتا آپ کا مزدور نہیں جاسکتا فاتحہ خوانی کیلئے لوگ نہیں جاسکتے 2020 کے بعد 15 دن کی جو راداری ملتی تھی خاران چاغی کے لوگوں کو وہ راداری کسی کو نہیں مل رہی ہے اور حکومت بیٹھی ہے خواب خرگوش میں۔ میرے بھائی حکومت نام ہے اسی کا کہ اپنے شہریوں کو تسلی دیں شہریوں کو حیثیت دیں اُن کے معاملات ہیں اُن کو حل کریں۔ شکر یہ جناب۔

جناب اسپیکر: شکر یہ ثناء بلوچ صاحب۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب حسب معمول ثناء اپنے ایجنڈے کے مطابق بلوچستان کے لوگوں کو مایوس کرنے کا جو ایجنڈا ہے اُن کا، وہ اُسکے درپے لگے ہوئے ہیں۔ وہ اُن کو آج یاد آ گیا ہے کہ بلوچستان کے لوگوں کے بارڈر کے لوگوں کا یہ مسئلہ ہے۔ یہ ہم آپ کو انشاء اللہ سیکرٹری صاحب کو سارے documents-submit کرائیں گے۔ جو یہ بارڈر بند ہوا ہے اس کے میٹنگ بھی ہوتے رہے اُس کے documentary ساری چیزیں بھی پڑی ہوئی ہیں اور minutes بھی پڑے ہوئے ہیں اور جو لیٹر ہم نے بھیجے ہیں اُن کو بارڈر کے حوالے سے یہ بلکہ فردی 2020ء سے سٹارٹ ہے۔ وہ سب انشاء اللہ ہم آپ کے ساتھ جمع کرائیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکر یہ۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: یہ جو تین گیٹ ہیں ان کو دوبارہ کھلوانے کیلئے آپ وفاقی سے، اس میں تو کچھ وفاقی حکومت نے بند کیے ہیں۔ ایک ایران نے کیا ہوا ہے۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: فیڈرل گورنمنٹ کی ایران حکومت سے بات چیت چل رہی ہے۔ صوبائی حکومت کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہے کہ ہمارے نوجوانوں کیلئے روزگار کا مسئلہ ہے بارڈر کا۔ اُس کو ہم کریں۔ تو اُس میں انشاء اللہ فیڈرل گورنمنٹ، ایران گورنمنٹ کے ساتھ بات چیت کر رہی ہے۔ انشاء اللہ آج تین بجے تک کھول دیئے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ جناب اسپیکر! آپ کو یہی عرض کیا ہے کہ یہ پاکستان کی طرف سے بند نہیں ہیں ان کو ایران حکومت نے بند کیا ہوا ہے۔ اُس کے ساتھ ہماری بات چیت جاری ہے جس طرح ایرانی حکومت مان جائے گی ہماری طرف سے کوئی ایٹو نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جی سیکرٹری اسمبلی! رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب طاہر شاہ کا کر (سیکرٹری اسمبلی): سردار سرفراز چاکر ڈوکھی صاحب کو بیٹھ سے باہر ہونے کی بنا آج کی

نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب عبدالرشید صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے

قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: حاجی محمد نواز خان کا کڑ صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت کرنے کی

درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بشری رند صاحبہ نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی

درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بانو خلیل صاحبہ نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی

درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: رخصت کی درخواستیں ختم۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سرکاری کارروائی برائے قانون سازی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: گیلری میں امن وامان سے متعلق کوئی بھی بندہ یہاں تشریف نہیں لایا۔ نہ آئی جی

صاحب، نہ سی سی پی او، نہ ہوم سیکرٹری۔ اور یہ بھی سنا ہے کہ منسٹر صاحب بھی چلے گئے ہیں اتنا بڑا ایٹو ہے امن وامان کا

آپ رولنگ دے دیں آئی جی صاحب کو حاضر کر دیں اور ہوم سیکرٹری صاحب کو جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سرکاری کارروائی کی طرف آتے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! آپ رولنگ دے دیں اتنا ایٹو جا رہا ہے امن وامان کا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون، مصدرہ قانون

2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مسودہ قانون 2021ء) کا پیش / منظور کیا جانا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر برائے محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق! بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا

(ترمیمی) مسودہ قانون، مصدرہ قانون 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مسودہ قانون 2021ء) پیش کریں۔

محترمہ ماہ جبین شیران (پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور): میں ماہ جبین شیران، پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور، وزیر محکمہ ملازمت ہائے عمومی نظم و نسق کی جانب سے بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون، مصدرہ قانون 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مسودہ قانون 2021ء) پیش کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون، مصدرہ قانون 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مسودہ قانون 2021ء) پیش ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر برائے محکمہ ملازمت ہائے عمومی نظم و نسق بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون، مصدرہ قانون 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مسودہ قانون 2021ء) کی بابت تحریک پیش کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور: میں ماہ جبین شیران، پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور، وزیر محکمہ ملازمت ہائے عمومی نظم و نسق کی جانب سے تحریک پیش کرتی ہوں کہ بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون، مصدرہ قانون 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مسودہ قانون 2021ء) کو قواعد و انضباط و کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 84 اور 85 (2) کے تقاضوں سے exempt قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون، مصدرہ قانون 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مسودہ قانون 2021ء) کو قواعد و انضباط و کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 84 اور 85 (2) کے تقاضوں سے exempt قرار دیا جائے؟ ہاں یا ناں میں جواب دیں آپ لوگ۔ اذان شروع ہے۔

(خاموشی۔ اذان مغرب)

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کو قواعد و انضباط و کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 84 اور 85 (2) کے تقاضوں سے exempt قرار دیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر برائے محکمہ ملازمت ہائے عمومی نظم و نسق، بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینویولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کی بابت اگلی تحریک پیش کریں

پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور: میں ماہ جمین شیران، پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور، وزیر برائے محکمہ ملازمتہائے و عمومی نظم و نسق کی جانب سے تحریک پیش کرتی ہوں کہ بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کو فی الفور زیر غور لایا جائے؟۔ ہاں یا ناں میں جواب دے دیں آپ لوگ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کو فی الفور زیر غور لایا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر برائے محکمہ ملازمتہائے و عمومی نظم و نسق بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کی بابت اگلی تحریک پیش کریں۔ پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور: میں ماہ جمین شیران، پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور، وزیر برائے محکمہ ملازمتہائے و عمومی نظم و نسق کی جانب سے تحریک پیش کرتی ہوں کہ بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کو منظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کو منظور کیا جائے؟۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان گورنمنٹ ایمپلائز بینولینٹ فنڈ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2021ء (مسودہ قانون نمبر 23 مصدرہ 2021ء) کو منظور کیا جاتا ہے۔

ایوان کی کارروائی۔

(ز) آئینی قرارداد کا آرٹیکل 144 کے تحت پیش کیا جاتا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر برائے محکمہ مذہبی امور آئین کے آرٹیکل 144 کے تحت آئینی قرارداد پیش کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور: میں پارلیمانی سیکرٹری محکمہ قانون و پارلیمانی امور وزیر برائے محکمہ مذہبی امور کی جانب سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 144 کے تحت ذیل آئینی قرارداد پیش کرتی ہوں:

”یہ ایوان (بلوچستان اسمبلی) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین مجریہ

1973ء کے آرٹیکل 144 کے تحت اختیار دیتا ہے کہ وہ ’’رویت ہلال‘‘ سے متعلق ایسی قانون سازی کرے جو صوبہ بلوچستان سمیت پاکستان کے تمام علاقوں پر یکساں نافذ العمل ہو۔‘‘

جناب ڈپٹی اسپیکر: آئینی قرارداد پیش ہوئی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا آئینی قرارداد منظور کی جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: آئینی قرارداد منظور ہوئی۔

(ii) اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹس کا ایوان میں رکھا جانا۔

وزیر برائے محکمہ قانون و پارلیمانی امور قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 175 کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹس بابت سال 2012-13، 2013-14، 2014-15، 2015-16، 2016-17، 2017-18ء ایوان کی میز پر رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور: میں پارلیمانی سیکرٹری محکمہ قانون و پارلیمانی امور وزیر برائے محکمہ قانون و پارلیمانی امور کی جانب سے قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 175 کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹس بابت سال 2012-13، 2013-14، 2014-15، 2015-16، 2016-17، 2017-18ء ایوان کی میز پر رکھتی ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹس بابت سال 2012-13، 2013-14، 2014-15، 2015-16، 2016-17، 2017-18ء ایوان کی میز پر رکھ دی گئی۔

مورخہ 10 ستمبر 2021ء کی اسمبلی نشست میں باضابطہ شدہ تحریک التواء نمبر 2 پر بحث۔ جی۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب اسپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں اور پارلیمانی سیکرٹری برائے مذہبی امور کا مشکور ہوں آج 48 سال کے بعد پہلی دفعہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رپورٹس ایوان میں پیش کئے گئے ہیں جو کہ انتہائی احسن قدم ہے، یہ میری گزارش تھی میری تحریک تھی۔ اور اس پر implement ہوا۔ بہت شکریہ۔ اس کے ساتھ ایک اور گزارش کرونگا کہ 2018-19، 2019-20، 2020-21، 2021-22ء کی رپورٹس بھی اگر آئندہ میز پر رکھی جائیں تو بہت مہربانی ہوگی۔ بہت شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک سکندر خان ایڈووکیٹ صاحب۔ وہ جیسے ہی اسمبلی سیکرٹریٹ کو موصول ہوگی تو انشاء اللہ آپ لوگوں کو table کر دی جائیگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب! آپ بحث اشارٹ کریں۔ مبین خلجی صاحب! آپ سوالات کے ٹائم

غائب تھے ابھی اسمبلی آئے ہیں۔ جی ثناء صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! آج پھر ہم ایک اہم موضوع کے اوپر آچکے تو سب سے اپنے حکومتی اراکین کی توجہ دلانا چاہتے ہیں جناب والا جب کسی گلستان کو بندرتیج نخلستان میں تبدیل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو انسان کے لئے بہت بڑا حادثہ اور بہت بڑا صدمہ ہے یہ ہمارے لئے انتہائی تکلیف دہ امر ہے کہ تقریباً ان ڈھائی تین سالوں میں ایوان کے ممبر ہونے کی حیثیت سے ہم جب بھی بلوچستان اسمبلی میں کسی موضوع پر بات کرتے ہیں تو ماسوائے تکلیف مشکلات حادثات کٹ انوائ، ڈکٹی اور بد امنی کے ہی ہوتے ہیں ہم مسلسل ہماری اپنی بھی خواہش یہ نہیں ہے کہ اتنی بلوچستان کی جو نغیاں ہیں ان کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے لیکن میں کل رات کو ایک ویڈیو دیکھ کر میں اپنے آنکھوں سے وہ آنسو روک نہیں پایا جب کل پنجگور میں سول سوسائٹی نے تقریباً وہاں پر خواتین مرد بچے بوڑھے سب بیک زبان ہو کر سڑکوں پر نکل آئے تھے بلوچستان وہ گلستان تھا جہاں پر کبھی بھی کوئی اس طرح کے معاملات کے لئے لوگوں کو سڑکوں پر نکلنا نہیں پڑتا تھا ہم نے بیس سالوں میں اپنی آنکھوں میں اپنے گلستان کو بندرتیج نخلستان میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھا ہے اور سب سے تکلیف دہ بات یہ کہ جب سٹیج پر آ کر یہ حکومت اور حکمرانوں کے جناب والا اگر آپ آرڈر کریں ہاؤس میں جب بھی کوئی سنجیدہ بحث ہوتی ہے تو آپ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ اسمبلی میں یہاں پر حکومتی اراکین جان بوجھ کر ان ہاؤس گپ شپ کا ماحول بناتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: order in the House ملک نعیم بازئی صاحب! آپ اسمبلی میں بہت شور کرتے ہیں۔ جناب ثناء اللہ بلوچ: تاکہ وہاں کی توجہ جناب اسپیکر شاید انہوں نے اس پنجگور کی بہن کی وہ ویڈیو رات کو نہیں دیکھی ہوگی جب ایک بہت بڑے مجمعہ میں جہاں پر مرد خواتین اور بچیاں سب کھڑی گڑگڑا رہی ہیں وہ رو رہی ہیں یہ ایک کسی حکومت کی سب سے بڑی ناکامی ہوتی ہے کہ اس کے شہری اپنے آپ کو اس قدر غیر محفوظ محسوس کریں کہ وہ اپنے بوڑھے بوڑھیوں کو بچوں کو بچیوں کو اور عورتوں کو اور خواتین کو بھی سڑکوں پر لے آئیں یہ اس وقت ہوتا ہے کسی معاشرے میں جب لوگ حکومت سے اور حکومتی اداروں سے ان کی تمام ترامیدیں ختم ہو جاتی ہیں ویسے اگر ایک دوقتل ہو جائیں ایک دو حادثے ہو جائیں تو لوگ پھر بھی کہتے ہیں کہ جی ہمارے پاس ادارے ہیں پولیس ہے intelligence agencies ہیں ہمارے یہاں امن وامان کو برقرار رکھنے کے لئے بلوچستان وہ صوبہ ہے جہاں پچھتر سے آسکانی صاحب ایک منٹ 75 سے 80 روپے سالانہ خرچ بھی کئے جاتے ہیں تو ہمارے ایک دوقتل کا مسئلہ حل ہو جائے گا ہمیں اس کے لئے پریشانی کی ضرورت نہیں بلوچستان مکمل طور پر ہرنائی، زیارت، چمن، کوئٹہ، خاران اور اسکے بعد ابھی مکران بالخصوص مکران ڈویژن میں پنجگور سب سے زیادہ بد امنی کا شکار ہوا ہے گوادریج بھی بد

منی کا شکار ہے کچھ میں بھی بد امنی زیادہ ہو رہی ہے اور میرے پاس یہ جو یہاں پر ایک ڈیٹا پڑا ہوا ہے میں جب آپ کو سناؤں آپ خود میرے خیال میں مجھے شرم محسوس ہوتی ہے گو کہ ہم اپوزیشن میں ہم اس حکومت کا حصہ نہیں ہیں لیکن کیونکہ ہم بھی بحیثیت رکن اسمبلی یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں کہ کس تیزی کے ساتھ بلوچستان میں امن وامان کی صورتحال بگڑتی جا رہی ہے گزشتہ دنوں ایک نوجوان جلیل سنجرائی اور ایک اور نوجوان بیٹھے ہوئے تھے ان کو دن دیہاڑے قتل کر دیا گیا پنجگور میں اس سے پہلے ایک ہی گھر میں گھس کر اسکے دو بیٹے اور اسکے والد کو جو ہے وہاں پر ان کو شہید کر دیا گیا اس سے پہلے ایک بچے کو معصوم بچے کو پنجگور میں وہ اٹھا کر گھسیٹ کر جو ہے وہ شہید کر کے پھینک دیا گیا اس سے پہلے جمعیت علماء اسلام کے ایک سینئر رہنما کو وہاں پر گولیوں کا نشانہ بنایا گیا یعنی average پنجگور میں روزانہ دو سے تین قتل جو ہے وہ وہاں کا معمول بن چکے ہیں اتنا خوف و ہراس ہے کہ ہم ابھی کچھ دو مہینے پہلے وہاں فاتحہ خوانی کے لئے گئے تو لوگ ہمیں کہہ رہے تھے کہ آپ شام سے پہلے یہاں سے نکل جائیں تو بہتر ہے کیونکہ پنجگور کی منتشر آبادیاں ہیں مختلف شہر ہیں بازار ہیں تو لوگ اب ایک شہر سے ایک بازار سے یا ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک سفر نہیں کر سکتے ہیں کچھ عرصے پہلے وہاں کے بہت ہی کاروباری دوست ہیں بھائیں ہیں چیئرمین مقبول صاحب نئے بھائی کو دن دیہاڑے شہید کر دیا گیا یعنی کوئی بھی خاندان ایسا نہیں بچا جب ہم پنجگور کے لوگوں کے ساتھ ملتے ہیں کوئی بھی گھر ایسا نہیں بچا جہاں پر اس وقت وہاں پر لاش نہیں گرمی ہو کوئی ماتم نہیں ہوا ہو یہ ہو کیوں رہا ہے ایک صوبہ جہاں پر ستر سے اسی ارب روپے سالانہ آپ امن وامان پر خرچ کرتے ہیں بلوچستان میں per capata expendutre یعنی per person spendings ایک شخص پر سیکورٹی کی مد میں پاکستان میں اس خطے میں سب سے زیادہ جو ہے Expendutre جناب والا ہو رہے ہیں افغانستان میں بھی per person یا per capata expendutre سیکورٹی کے حوالے سے اتنے نہیں ہیں جتنے بلوچستان میں ہیں بیس سالوں میں ہمارے جو سیکورٹی کا سارا سٹرکچر انفراسٹرکچر ہے وہ اور بھی بڑھ گیا لیکن بد امنی بڑھ گئی لوگوں میں خوف و ہراس بڑھ گیا ہے لوگ اپنے آپ کو ریاست اور ریاستی اداروں سے بھی محفوظ نہیں سمجھتے ہیں دہشت گرد ہوں گے تخریب کار بھی ہوں گے یہ میرے سامنے کچھ ڈیٹا پڑا ہوا ہے میں آپ کو صرف سناؤں گا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ 2017 میں صرف چھ مہینے میں بلوچستان میں بد امنی کی صورتحال آپ ذرا دیکھ کے آپ کو اندازہ ہوگا کہ بلوچستان میں ہو کیا رہا ہے قتل کے واقعات بلوچستان میں اگست 2021 تک یعنی آج سے دس دن پہلے تک بلوچستان میں 599 یعنی چھ سو قتل کے واقعات صرف جولائی اور اگست تک ہوئے ہیں ابھی چار چھ مہینے باقی ہیں پتہ نہیں اور کتنے قتل کے واقعات ہوں گے اس پہلے 2017 یا 2018 میں پورے سال میں سات سو ساڑھے سات سو قتل کے واقعات ہوتے تھے تو اس کا

مطلب یہ ہے کہ بلوچستان میں ممکنہ طور پر اس سال میں قتل اگرچہ سواگست 2021 تک ہیں تو اس سال کے آخر تک خدانہ کرے خدانہ کرے لیکن جس تیز رفتاری کے ساتھ بلوچستان بد امنی کی جانب بڑھ رہا ہے یہ ہزاروں میں پہنچ جائیں گے attempt to murder دو سو پینتالیس اقدام قتل کے واقعات بلوچستان میں صرف چھ مہینے میں ہوئے kidnapping ملک عبید اللہ کاسی سے لیکر وہ بڑا نون کیس تھا بلوچستان kidnapping abduction اغوا برائے تاوان کے کیسز یا اغوا کے کیسز 2017 میں اگر 196 تھے تو یہاں پر صرف چھ مہینے میں 2021 میں انکی تعداد 158 تک پہنچ گئی ہے 160 اغوا برائے تاوان کے کیسز رپورٹ ہوئے موٹر وہیکل یعنی گاڑیوں کی چھیننے کی واردات صرف ان چھ مہینوں میں پچاس گاڑیاں چھیننے کی واردات جناب والا بلوچستان میں ہوئی ہیں اس کے علاوہ موٹر سائیکل تو آئے روز میرے ڈسٹرکٹ خاران میں ایک بالکل ایسے لگتا تھا جیسے کیونکہ یہ حکومت کوئی اور لوگوں کو خوشی اور خوشحالی نہیں دے سکتا مجھے ایسے لگتا تھا کہ یہ شاید صرف اپوزیشن کے علاقے میں بد امنی کروا رہے ہیں اپنے من پسند لوگوں کے ذریعے اپنے شاید لیکن اب تو چنگو ر تو حکومت کا حلقہ ہے وہ تو حکومتی رکن کے ہمارے دوست بھائی کا حلقہ ہے وہاں تو یہ چیزیں نہیں ہونی چاہیے تھیں لیکن خاران میں تین مہینے کے اندر جناب والا کوئی اٹھائیس کے قریب موٹر سائیکل چوری کروائیں گئیں گاڑیاں چوری کروائیں گئیں اس کے علاوہ لوگوں میں خوف و ہراس پھلایا گیا ہم نے جا کر وہاں پر لوکل جڑ گہ کیا عوام کو منظم کیا پولیس فورس کو تھوڑی حوصلہ افزائی دی اور پھر جا کے خاران میں بہتری آئی ہے لیکن کل پھر جمعہ کے دن دو سے چار موٹر سائیکل چوری کروائیے گئے یہ پورا ترتیب یعنی بلوچستان میں 362 کے قریب موٹر سائیکلوں کی چوریاں ہوئی ہیں اس کے علاوہ موٹر سائیکل کی چوری جس میں اچھے اچھے لوگ بھی مارے جاتے ہیں دو سو ڈھائی سو کے قریب موٹر سائیکلوں کی چوری بھی ہوئی ہے جناب اسپیکر چنگو ر کے حوالے سے بالخصوص کیونکہ وہ ہم سے منسلک علاقہ ہے ڈسٹرکٹ ہمارا ہے ہمارے دوست ہیں بھائی ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک سازش کے تحت چنگو ر کے امن کو خراب کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے چنگو ر میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ لوگ پیدا کیئے ہیں چنگو ر نے سب سے زیادہ باشعور لوگ پیدا کیئے ہیں چنگو ر ایران کے ساتھ سب سے زیادہ important اور سٹیجک بارڈر شیئر کرتا ہے چنگو ر اب بھی پولیٹیکل سب سے اہم ڈسٹرکٹ ہے چنگو ر میں اب بھی وہ پوٹینشل ہے کہ وہ بلوچستان کولیڈر شپ کے حوالے سے اکنامی کے حوالے ڈیولپمنٹ کے حوالے سے ٹریڈ روٹ کے حوالے سے چنگو ر کی بڑی Impotence ہے وہاں جان بوجھ کے ایک ایسا ماحول پیدا کیا جا رہا ہے پڑھے لکھے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے سیاسی رہنماؤں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے بچوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اب تو ہو سکتا کہ گھروں میں گھس کر جب آپ نشانہ بناتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ خواتین کو بھی نشانہ بنانے چاہتے ہیں جس

میں ایک گھر کے تین افراد کو قتل کر دیا گیا یہ ایک سازش کے تحت ہو رہا ہے اور اگر یہ سازش نہیں ہے تو کیسے ممکن ہے کہ چھ سے سات مہینے سے مسلسل پنجگور مدامنی کی گرفت میں ہو اور صوبائی حکومت ایک بھی اقدامات اٹھانے سے قاصر ہو آج تک پراونشل گورنمنٹ نے ایک اعلیٰ سطح کا وفد نہیں بنایا آج تک ہوم منسٹر یا آپ کا آئی جی پولیس یا آپ کا آئی ایف سی یا آپ کی لاء انفورس منٹ ایجنسز آپ کے وزیر اعلیٰ نے جا کر وہاں پر دو تین چار دن جا کے جڑ گہ نہیں کیا کہ ہم وہاں پر امن و امان کی خرابی کی بنیادی وجوہات کیا ہیں آج تک وہاں کی پولیٹیکل پارٹیوں اور سٹیک ہولڈرز سے بات نہیں کی ہے پنجگور کی سرحدیں بند کر دی گئیں دس سے پندرہ ہزار لوگ جو زمیاد کے کاروبار سے منسلک تھے جو پیٹرول کے کاروبار سے منسلک تھے ان کی روزی روٹی چھین لی گئی، انھوں نے جا کر سرحد پر احتجاج کیا۔ جان بوجھ کر بے روزگاری کو بڑھایا جا رہا ہے تاکہ بدامنی بڑھے، جب آپ بے روزگاری بڑھاتے ہیں بدامنی بڑھتی ہے، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ حکومت وہ بلوچستان میں امن و امان برقرار رکھنے میں مکمل طور پر ناکام ہے، لیکن مخصوص بدامنی کے سب سے سزا یا سب سے بدامنی کا جو ہے فضلہ یا اس کا اثر جو ہے اس وقت کمران میں رخشان ڈویژن میں پڑھ رہا ہے۔ تفتان کی جو ابھی تھوڑی دیر پہلے میں ذکر کر رہا تھا چاغی ڈسٹرکٹ میں دن دیہاڑے کوئی رات کے اندھیرے میں نہیں، ساڑھے پانچ کڑوڑ روپے وین کو روک کر اس کو لوٹ لیا گیا، آج تک وہ ساڑھے پانچ کڑوڑ روپے کسی کو معلوم نہیں کہاں چلے گئے۔ ہم رکن اسمبلی ہیں، حمل کلمتی صاحب ہم سب تھے، ہم دالبندین گئے، ہم نے وہاں سے خاران جانا تھا ایک رستہ ہے، ہمیں انتظامیہ ہاتھ جوڑ کر کہہ رہی تھی کہ آپ ان رستوں سے نا جائیے راستے محفوظ نہیں ہیں۔ یعنی آپ کا رکن اسمبلی ہم اپنے squad کے ساتھ آپ کے حکومتی ادارے خود سمجھتے ہیں کہ بلوچستان میں نوگو ایریا بن چکے ہیں، اور نوگو ایریا صرف political elements کی وجہ سے نہیں ہیں، violence بھی ہے تشدد بھی ہے لوگ پہاڑوں پر ہیں۔ لیکن کچھ شہروں میں دن دیہاڑے کارڈ جیسوں میں ہیں ان کے وہ جا کر چوری ڈکیتی کرتے ہیں، لوگوں کو مارتے ہیں، بلوچستان کو کس طرف لے کر جایا جا رہا ہے؟ اور بلوچستان کو اس دلدل میں لے جانا بلوچستان میں اس بدامنی کو فروغ دینے میں کس کا ہاتھ ہے، کہیں یہ تو نہیں کہ بلوچستان میں بدامنی خود کاروبار بن گیا ہے کہ بلوچستان میں جتنی بدامنی ہوگی بلوچستان میں اتنے لوگوں پر ہم کو حکمرانی کرنے کا موقع ملے گا۔ اگر کوئی یہ خواب دیکھ رہا ہے تو میرے خیال میں وہ ایک بہت ہی غلط منصوبہ ہے۔ کہ آپ بلوچستان میں بدامنی زیادہ کروائیں اور بلوچستان کے لوگوں پر حکمرانی کریں۔ بلوچستان میں چیک پوسٹوں کی تعداد بڑھائیں، بلوچستان میں سیکورٹی خراب ہو، ہمیں بلوچستان کو اگر آپ کنٹرول میں رکھنا چاہتے ہیں بلوچستان میں امن و امان کے ذریعے سے کنٹرول کر سکتے ہیں، بلوچستان میں خوشحالی کے ذریعے سے بلوچستان کو سنبھال سکتے ہیں، بلوچستان کے عوام کو نو جوانوں کو روزگار

کے ذریعے سے، بلوچستان میں منصفانہ ترقیاتی ایک نظام رائج کرنے سے آپ بلوچستان کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ بلوچستان کے لوگوں کو آپ بندوق کی نوک پر ڈرانے سے اُن کے نوجوان بچوں کو بچیوں کو، بیٹوں کو، علماء کو، مذہبی اور سیاسی لیڈروں کو ہلاک کر کے شہید کر کے آپ بلوچستان میں امن برقرار نہیں کر سکتے۔ جناب اسپیکر! میں آپ کی توسط سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں رولنگ اس تحریک التواء پر دیں کہ جس طرح مانگی ڈیم کا واقعہ ہوا، اُن کے لوگوں کو ابھی تک انصاف نہیں ملا۔ ایک ڈیڑھ مہینے فاتحہ خوانی کرنے کے جانے کے بعد فاتحہ خوانی سے لوگوں کو انصاف نہیں ملتا۔ پہلے دن سے زیارت کے لوگوں کو ہرنائی کے لوگوں کو یا آپ چنگور میں ہونے والوں کو جہاں کہیں پر بھی اُس کے لیے جناب والا میں آپ سے استدعا کرتا ہوں، گزارش کرتا ہوں کہ آپ حکومت کو پابند بنائیں کہ ہو بلوچستان میں چھ مہینے کی بدامنی کے حوالے سے رپورٹ یہاں پر جمع کروائیں۔ اور بدامنی کی وجوہات کیا ہیں یہ رپورٹ بھی بلوچستان کی اسمبلی میں یہاں پر پیش کی جائے۔ ابھی اس وقت جب ہم بول رہے ہیں تحریک التواء پر آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ حکومتی اراکین میں سے ایک شخص بھی نہیں ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ تحریک التواء آج سے تین دن پہلے ہم نے منظوری کے لیے پیش کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چار پانچ ممبر بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: آج بلوچستان کی جو security institutions کے جو سارے head ہیں وہ یہاں پر موجود ہوتے، لیکن افسوس کی بات ہے اُن میں سے ایک بھی اس وقت موجود نہیں ہے تو میں جناب آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ چنگور کے حوالے سے بلخصوص ایک رولنگ دیں کہ چنگور میں جتنے بھی بدامنی کے واقعات ہوئے ہیں جتنے بھی قتل ہوئے ہیں جتنی بھی شہادتیں ہوئی ہیں، جتنی بھی ہلاکتیں ہوئی ہیں بلخصوص عنقریب جو جلیل سنجرائی کی شکل میں ایک باشعور خوبصورت اپنے ماں باپ کا جو مستقبل تھا اُس نوجوان کو قتل کیا گیا، اُس کے حوالے سے لے کر چنگور کے سیاسی رہنماؤں ایک گھر میں شہید کیے گئے قدری اور اُس کے خاندان کے لوگوں کو ان سب کو انصاف کی فراہمی کے لیے حکومت فی الفور اقدامات کرے۔ اور ان کو نا صرف compensation میں نے پہلے بھی ایک دفعہ کہا کہ compensation صرف بیس سے تیس لاکھ روپے کا نام نہیں ہے۔ ایک compensation policy کے تحت جو بھی لوگ شہید ہوئے ہیں جناب والا! اُن کو ایک کروڑ فی خاندان کے حساب سے جو ہے اُن کو معاوضہ دیا جائے۔ اس کے علاوہ اُن کے بچوں کی کفالت، اُن کے بھائیوں کو ملازمت اور بلخصوص اُس ضلع میں امن وامان کے حوالے سے جو انکی حکمت عملی ہے جو اُن کی پالیسی ہے، اُس کو ہمارے سامنے واضح کریں یا جو بھی ذمہ دار لوگ ہیں اُن کو جو ہے کیفر کردار تک پہنچائیں۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ صوبائی حکومت

کرے، اس صوبائی حکومت کا جو track record ہے جس تیزی سے یہ بلوچستان کو دلدرل میں دھکیل رہے ہیں مجھے نہیں لگتا ہے کہ یہ ان چیزوں پر عملدرآمد کریں گے۔ لیکن آپ کی توسط سے جناب اسپیکر یہ تاریخ کے حوالے سے ایک اہم ذمہ داری ہے کل کی وہ ویڈیو جو سول سوسائٹی ہماری ماں بہن جس کے بھائی نے جس نے اپنے دو بھائیوں اور والد کے قتل کے حوالے سے وہاں پر بات کی وہ آپ ضرور سُنیں۔ وہ تو ہے بلوچی میں لیکن آنسو کسی کے بلوچی اور پشتو میں نہیں ہوتے۔ یہ وہ بلوچستان تھا جہاں پہلے پانی کے بیٹھے چشمے بہتے تھے آج ماؤں کی آنکھوں سے سوائے آنسوؤں کے چشموں کے اور کچھ نہیں بہتا ہے یہ وہ صوبہ ہے جہاں پر پہلے ڈھول دھامے بجتے تھے آج ماسوائے گولیوں دھماکوں کی گھن گرج کے ہمیں کچھ سُنائی نہیں دیتا۔ آج یہاں پر خوشی کا ایک شادیا نہ نہیں بچتا، اس کی بنیادی وجہ میں سمجھتا ہوں جب سے یہ حکومت آئی ہے اس حکومت نے بلوچستان کو دلدرل میں دھکیلنے کی جو بھی مناسب کوشش ہو سکتی تھی انہوں نے کی ہے۔ یہ بلوچستان کو جان بوجھ کر اُس اندھیرے میں دھکیلنا چاہتے ہیں تاکہ بلوچستان کی سیاست، بلوچستان کی معیشت اور بلوچستان کے تمام معاملات جو ہیں وہ ان کے کنٹرول میں رہیں اور بلوچستان کے جو باشعور شہری ہیں اُن کو ایک ایک کر کے سیاست سے اور بلوچستان کی جو سماجی، سول سوسائٹی ہے اُس کو جو ہے مفلوج کیا جائے۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زاہد علی ریکی صاحب۔ وہ محرک ہیں اس تحریک التوا کے ہیں۔

میرزاہد علی ریکی: thank you جناب اسپیکر صاحب! جی ہاں وہ فیصلہ جناب اسپیکر کریں گے۔ last میں میں کہتا ہوں فنانس منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں پھر اس کا جواب دیں گے۔ thank you جناب اسپیکر صاحب! یہ مشترکہ تحریک التوا ہے میری اور ثناء بلوچ کی۔ واقعی بلوچستان میں جناب اسپیکر صاحب! اس ٹائم خاص طور پر جو چنگوڑ کے حالات ہم دیکھ رہے ہیں کہ دن بہ دن قتل و غارت، چوری، وارداتیں، ڈکیتی ہو رہی ہیں۔ یہ دیکھیں جناب اسپیکر صاحب! یہ آج کا اخبار ہے چنگوڑ بد امنی، چوری اور ڈکیتی کی وارداتوں کے خلاف احتجاجی ریلی، مظاہرے۔ 34 افراد کے قتل جناب اسپیکر صاحب! آپ اندازہ لگائیں یہ بکریاں نہیں ہیں اُونٹ نہیں ہیں انسان ہیں، انسان شہید ہو رہے ہیں۔ پتہ نہیں یہ چنگوڑ میں کیوں ہو رہے ہیں، اس کا ذمہ دار کون ہے، کاش میں کہتا کہ ضیاء صاحب ہوم منسٹر صاحب بیٹھے ہماری بات سُن لیتے، اس پر action لے لیتے کہ یہ کیا وجہ ہے، کون ہے اس کے پیچھے۔ یہ دن بہ دن حالات کیوں اس طرح خراب ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہمارے رختان میں خاران میں بھی اسی طرح خاص طور پر میرے ڈسٹرکٹ واشک جو تحصیل ماشکیل وہاں پر ہامون بگ ہے بد قسمتی سے یہ ضلع چاغی میں آتا

ہے، جناب اسپیکر صاحب چاغی میں آتا ہے کچھ دن پہلے واردات ہوئی تھی بگ میں وہاں پر دن بہ دن چوری وغیرہ، ڈکیتی وغیرہ وہاں کی زمیناگاڑیاں جو ڈیزل سے load لوگوں کی لوٹ مار میں سرگرم تھے چور تھے میں کہتا ہوں وہاں ماسکیل کا ایک کرنل تھا، کرنل عبدالباقی صاحب، اُس نے وہاں پر جا کر چوروں کو رنگے ہاتھوں پکڑ کر میں کہتا ہوں چاغی کی انتظامیہ بالکل fail ہے۔ چاغی نہیں پورے بلوچستان میں یہ کیا ہو رہا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے ہمیں کم از کم کچھ نہیں دیتے ہماری جان مال کا حفاظت کریں جناب اسپیکر صاحب یہ گورنمنٹ کا حال ہے۔ یہ کیوں اس طرح ہو رہا ہے؟ یہ کیا وجہ ہے جناب اسپیکر صاحب؟ ابھی کوئی بیٹھنے کے لیے تیار نہیں ہے دیکھیں سارے چلے گئے ہیں سوائے فنانس منسٹر بیٹھے ہیں اُس کے دل میں درد ہے، وہ بلوچ ہے وہ جانتا ہے مجھے اس کا جواب بھی اسمبلی میں دینا ہے کیونکہ جناب اسپیکر صاحب تربت ہو، پنجگور ہو، واشک ہو، خاران ہو، چاغی ہو، چاہے پورا بلوچستان ہو اس میں سب مسلمان ہیں سب آپس میں بھائی ہیں، یہ حالات ہیں جناب اسپیکر صاحب بلوچستان میں اور خاص طور پر مکران اور رخشان کی حالت کی ہے جناب اسپیکر صاحب۔ اس طرح پہلے میں نے جناب اسپیکر صاحب قدوس صاحب بیٹھے تھے تفتان کے زیر پوائنٹ پر میں نے بات کی دو point ہیں وہ بند ہیں، ہمیں یہی اُمید ہے فنانس منسٹر بھی بیٹھے ہیں اس کا بھی جواب دے دیں۔ ضیاء لانگو صاحب چلے گئے ہیں پتہ نہیں ہمیں یقین دہانی کا کہا۔ جناب اسپیکر صاحب آخر بلوچستان میں ہر جگہ میں یہ چوری وغیرہ ڈکیتی جب ہم بات کرتے ہیں جناب اسپیکر صاحب کہتے ہیں اپوزیشن ہمارے اوپر تنقید کر رہی ہے اپوزیشن یہ کر رہے ہیں۔ آپ نے تین سالوں میں کیا کارکردگی دکھائی، آپ نے سوائے ہمیں لاش وغیرہ، چوری وغیرہ، ڈکیتی وغیرہ دن بہ دن ہو رہی ہیں۔ زیارت کی حالات آپ کے سامنے ہے آپ نے خود دیکھا ہے جناب اسپیکر صاحب۔ لاشیں کتنے عرصے تک پڑی رہیں آخر اس کا ذمہ دار کون ہے۔ اربوں روپے، کھربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں لاء اینڈ آرڈر پر مگر یہ گورنمنٹ ذمہ دار ہے۔ جناب اسپیکر صاحب یہ گورنمنٹ ان مظلوموں ان بلوچستان کے غریب عوام کی ذمہ دار یہ گورنمنٹ ہے کاش آج ہی ایم صاحب بیٹھے ان کا جواب point to point دیتے ہمیں دے دیتے کہ یہ کیوں اس طرح ہو رہا ہے۔ آخر بلوچستان میں خاص طور پر پنجگور مکران میں یہ کیوں اس طرح ہو رہا ہے، آخر یہ کیا وجہ ہے جناب اسپیکر صاحب۔ ہماری بات مگر سننے کو کوئی تیار نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہدایت دے۔ اگر ہدایت دوسرے کے نصیب میں نہیں ہے ہم کیا کریں؟ جب میں بدعا دیتا ہوں کہتے ہیں کہ زائد ہمیں بدعا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو خود رب العالمین ہدایت دے دے کہ اس بلوچستان کے امن وامان خاص طور پر پنجگور، تربت، واشک کے، خاران، چاغی اس کے امن وامان میں کم از کم اس پر توجہ دے دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ حاجی زاہد علی ریکی صاحب۔

حاجی زابداعلی ریکی: جان و مال کا تحفظ ہو جائے۔ thank you جناب اسپیکر!۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آمین۔ میڈم شکیلہ نوید صاحبہ۔

محترمہ شکیلہ نوید قاضی: thank you جناب اسپیکر! سب سے پہلے پنجگور کے واقعہ پر باقی جتنے بھی

انہوں نے کہا کہ شہداء تھے جو یعنی ایک مہینے میں 37 سے 38 لوگوں کو اس طرح قتل کرنا ایک معمول بن چکا ہے میرا خیال ہے حالات کو خراب کرنا یہ بد نصیبی ہم بلوچ قوم کی ہے کہ ہم اس سرزمین سے ہمارا تعلق ہے۔ جلیل کا ایک tweet جو اُس نے 30 اگست کو کیا تھا اُس نے twitter پر لکھا تھا کہ پنجگور کو چوروں اور ظالموں کے رحم پر چھوڑ کر خواب خرگوش میں سونے والوں میری بددعا ہے ایک دن تمہارے اپنے گھر سے کوئی لاش اٹھے پھر پتہ چل جائیگا تم ظالموں کو کہ اپنوں کا غم کیا ہوتا ہے؟ یہ اُس کی ایک tweet اور اُس سے پہلے بھی اُس نے ایک tweet کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ پنجگور آج ایک قتل گاہ بن گیا ہے آئے روز ایک نہیں بلکہ دو دو قتل ہو رہے ہیں کوئی محفوظ نہیں سب ذہنی مریض بن کے رہ گئے ہیں خدا را پنجگور پر رحم کرو۔ اُس کو یہ نہیں پتہ تھا کہ پانچ سے چھ دن کے بعد وہی ظالم آ کر میری بھی دُنیا اُجاڑ دیں گے اور مجھے بھی اسی طرح گھر کے باہر قتل کر دیں گے۔ جناب اسپیکر! شاید یہاں خالی کرسیاں ہیں، نہ آپ کے امن وامان سے متعلق نہ آپ کا IG ہے نہ آپ کا DIG ہے نہ آپ کا سیکرٹری ہے نہ آپ کا ہوم منسٹر ہے آپ کے اپنے منسٹر نہیں بیٹھے ہیں یہ ایوان کی خالی کرسیاں ان سے صرف میں بات ہی کر سکتی ہوں لیکن میری آواز شاید ان تک نہ جائے لیکن شاید ان قاتلوں تک جائے۔ کیونکہ کہہتے ہیں جس پر گزرتی ہے اُسے پتہ ہے میں خود ایک شہید کے گھر سے شاہینہ کا کڑوہ یہاں بیٹھی ہیں وہ ایک شہید کی بہن، ماہ جبین شیران ایک شہید کی بہن، یہاں پر ہمارے بیٹھے ہوئے جتنے بھی لوگ ہیں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی کے گھر سے کوئی گیا ہے۔ جلیل کو اکیلے قتل نہیں کیا گیا ہے جناب اسپیکر! معذرت کے ساتھ، شاید الفاظ میرا ساتھ نہیں دے رہے ہیں کیونکہ جلیل میرا ex colleague رہا ہے ہم نے ایک ساتھ کام کیا ہے وہ ہنستا مسکراتا ہر time سب کے ساتھ ایک ملنسار بندہ اُس میں کوئی ایک negative چیز نہیں تھی کہ جس کو میں کہوں کہ جس کی وجہ سے اُس کو قتل کیا گیا۔ جناب اسپیکر! ان قاتلوں کو شاید میری آواز پہنچ جائے کہ تم نے ایک جلیل کو قتل نہیں کیا اُس کے معصوم بچوں کا قتل کیا اُس کی بیوی کا قتل کیا اُس کی وہ بیوہ بہن جو اس وقت کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہے جس کی کفالت جلیل کر رہا تھا جس کے بچوں کی کفالت جلیل کر رہا تھا تم نے اُس کو قتل کیا ہے۔ تم نے اُسکے بہن بھائی کو قتل کیا ہے تم نے صرف ایک جلیل کو قتل نہیں کیا تم نے جلیل کے ساتھ 20 سے 25 لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ثناء بھائی نے کہا کہ اُنکی families کو دس لاکھ نہیں ایک کروڑ دئے جائیں وہ ایک کروڑ ازالہ نہیں ہوگا اُنکے لئے اُنکے قتل کا ازالہ نہیں ہے کیونکہ ساری زندگی یتیمی جو اُس کے بچوں کے نصیب

میں لکھ دیا انہوں نے جو بیوہ ہونا اُسکی بیوی کا لکھا ہوا تھا جو اُس کے ماں بات جو اُس کے بہن بھائی یا اُس کی وہ بہن جس کا میں کہہ رہی ہوں کہ کینسر اس وقت جس کا علاج جلیل کروا رہا تھا اُن سب کا تم لوگوں نے قتل کر دیا۔ یہ ایک کروڑ یا دس لاکھ اُس کا ازالہ نہیں ہے بلکہ یہ کروڑ مزید اُنکے ساتھ دشمنی کے مزید ہم اُنکے بچوں کے زندگی میں ایک عذاب ڈال دیں گے کہ ایک کروڑ ملے ہیں اس کے باپ کو قتل کیا ہے اس کو ایک کروڑ ملے ہیں اور یہ سارے پیسے لیکر چلے گئے ہیں۔ یہ سوسائٹی اُس بچے کو اب accept اُس طرح سے نہیں کرے گی۔ یہ سوسائٹی نے، یعنی میں کہتی ہوں اُس قاتل نے ایک جلیل کو قتل نہیں کیا، کئی لوگوں کا قاتل ہے یہ 37, 30 لوگوں کے قتل کا نہیں کہتی، ایک گھر سے اگر ایک چلا جاتا ہے تو اُس کے ساتھ کہیں لوگ مر جاتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اُس کیلئے اب ہمیں اُسکے بچوں کیلئے ہمیں اُسکے بیوی کیلئے کوئی ایسا نظام ہم بنائیں کہ بجائے یہ دس لاکھ ایک کروڑ دینے کے اُنکی زندگیاں مزید عذاب میں ڈالنے سے اُنکی کفالت کیلئے کوئی ذریعہ بنائیں، اُنکی جو wife ہے وہ بے روزگار ہیں اُنکے روزگار کیلئے کوئی کام کریں کیونکہ جلیل کو ہم نہیں لا سکتے لیکن اُس کے پیچھے جتنے لوگ قتل ہوئے ہیں جو زندہ ہیں بظاہر لیکن اُنکا قتل ہوا ہے اب اُن کیلئے ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔ اور امن و امان کے حوالے سے منجگور کے جو حالات ہیں یقیناً یہاں پر جو ہمارے منسٹر ہیں جو منجگور کے دو MPAs ہمارے پاس بیٹھے ہیں اُن کیلئے یہ ظاہر ہے یہ ایک بندے کا نہیں ہوتا ہے یہ ساری دنیا کیلئے ایک کا نہیں میں as a colleague اگر جلیل کیلئے آج آواز اُٹھا رہی ہوں جس کے ساتھ میرا تنا زیادہ ایک بھائیوں سا attachment جو میرے لئے بیٹھ کے روتا تھا میرے بچوں کیلئے آج مجھے اُسکے بچوں کیلئے یہاں اس فلور پر بات کرنی پڑ رہی ہے۔ کیونکہ اُس میں کوئی ہمیں باقی جو شہداء ہیں میں شاید اُنکو نہیں جانتی لیکن یہ ہے کہ ایک قتل جو ہے وہ ہم کہتے as a human being as a musliman ہمیں ایک چیونٹی کو بھی نہیں مارنے کی ہمیں اجازت ہمارے اسلام نے نہیں دیا۔ تو ہم کس طرح ایک بندے کو سر عام اس طرح قتل کرتے ہیں؟ کسی کو گھر میں آکر ہم قتل کر دیتے ہیں؟ اور ایک مہینے میں 37 سے 38 لاشیں اُٹھانا میرا خیال ہے وہ پورا علاقہ اس وقت قبرستان کی صورت ہوگی کیونکہ وہ لاش ایک گھر سے نہیں اُٹھتی وہ پورے علاقے سے اُٹھتی ہے۔ جناب اسپیکر! کوئی ان بچوں کیلئے اُسکے wife کیلئے کوئی ایسا mechanism ہماری گورنمنٹ کریں کہ اُس کو دس لاکھ یا ایک کروڑ والی بات میں نہیں کرونگی، life time کیلئے کوئی اُنکو اس طرح کی facilitation دی جائے کہ یہ دس لاکھ یا ایک کروڑ بھی اُنکی زندگی کو مزید عذاب نہ بنائیں۔ thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ میڈم شکلیہ نوید۔ جی بلیدی صاحب۔

جناب ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ): جناب اسپیکر! شکر یہ۔ یہ جو مشترکہ تحریک التوا ہے بڑا اہمیت کا حامل ہے

کاش کہ محرمیں بھی یہاں بیٹھے ہوتے اور باقی کو سُن لیتے۔ جناب اسپیکر! بلوچستان میں جو بھی قتل ڈکیتی، اغوا وغیرہ کا واقعہ ہوتا ہے وہ باعثِ تشویش ہیں، اور حکومت کی ذمہ داری بھی ہے کہ اس طرح کے واقعات کا سدباب کریں۔ لیکن خصوصاً کچھ عرصے سے جو چنگوڑ میں پے در پے واقعات چل رہے ہیں یہ انتہائی دل خراش ہیں اور انسانیت سوز واقعات ہیں۔ اس پر نہ صرف حکومتی پنچر اراکین اسمبلی سب کو انتہائی دکھ ہے بلکہ ہمارے سول سوسائٹی بلوچستان کے عوام سب کیلئے یہ باعثِ تشویش اور لمحہ فکریہ ہے۔ جناب اسپیکر! جہاں تک مقتول جلیل سخرانی کا تعلق ہے شاید ممبران میں سے کچھ کو پتہ ہوگا اور کچھ کو نہیں ہوگا وہ میرے گھر کا بندہ تھا۔ اُس کی جو wife ہے وہ میری extended cousin ہے اور وہ میرے دوست بھائی supporter سب کچھ تھا۔ اُس کے twitter account میں جا کے دیکھیں آپ کو پتہ چل جائیگا۔ میری election campaign میں پورا عرصہ میرے ساتھ رہا ہے جہاں جہاں میں جاتا رہا ہوں میری پوری طرح سے support کیا ہے اور انتہائی humble قسم کا انسان۔ کل ٹوب، چنگوڑ میں سول سوسائٹی نے احتجاج کیا ہے جس میں عورتوں کی بڑی تعداد شامل تھی واقعی اُنکی بات درست ہے اگر اُنکو انصاف نہ ملا تو یہ حکومت کیلئے بھی باعثِ لمحہ فکریہ ہے اور سب کیلئے ہے۔ کیونکہ انسانی جان سے زیادہ کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ سب سے جو قیمتی چیز ہے وہ امن ہے جو کوئی کسی کو دے سکے۔ تو اس پر خصوصاً جلیل کے واقعہ پر میں نے وزیر اعلیٰ صاحب سے سیکورٹی فورسز کے سربراہان سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے سربراہان سے، سب سے رابطہ کیا ہے اور اُن سے گزارش کی ہے کہ مہربانی کر کے اس کی کھوج لگائیں جنہوں نے 35 لوگوں کی جانیں لی ہیں وہ اُنکو کیفر کردار تک پہنچائیں۔ اور اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ صاحب سے میں نے گزارش کی ہے چونکہ ایک serial killing ہے تو اس پر ایک JIT بنائیں۔ اور اس کی ذمہ داری جس پر بھی عائد ہوتی ہے، آیا سول انتظامیہ ہو، پولیس ہو یا کوئی اور ادارہ ہو جس کی negligence کی وجہ سے یہ معاملات ہوتے رہے ہیں۔ اُس پر ذمہ داری عائد کریں اور سزا و جزاء مقرر کریں۔ گو کہ حکومت نے بڑے اچھے کام بھی کیے ہیں۔ پولیس کو جدید خطوط پر استوار کر رہی ہے، اُس پر کافی فنڈنگ ہو رہی ہے، data communication اور سینٹر کا قیام وجود میں آیا۔ جس میں online FIR اور باقی جو ہے جدید قسم کی سہولیات دی گئی ہیں تاکہ crime کو ہونے سے پہلے اُس کو روکا جاسکے۔ اسی طرح لیویز کی بھی proper training کی جا رہی ہے۔ اُس کو بھی اُس حوالے سے جو کہ modern policing کر سکیں۔ اُس کی استعداد کار بڑھائی جا رہی ہیں۔ تو یہ سارے initiatives ہیں۔ لیکن چونکہ یہ واقعات ہوئے ہیں وزیر اعلیٰ صاحب آئیں گے اُن سے ہم گزارش کریں گے کہ اس پر جلد از جلد JIT بنائیں اور responsibility fix کریں۔ جس کی وجہ سے بھی یہ معاملات ہو رہے ہیں اُن کی

سزائیں مقرر کی جائیں۔ اس کے علاوہ جنہوں نے بھی یہ قتل کیے ہیں اور اس گھناؤنی جرم میں ملوث رہے ہیں ان کو جو ہے کیفر کردار تک پہنچائے۔ جناب اسپیکر! انشاء اللہ و تعالیٰ ہوم منسٹر صاحب کو بھی ہم گوش گزار کریں گے اور وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی ہم درخواست کریں گے جو بھی ہمارے معزز اراکین نے امن و امان کے حوالے سے خصوصاً پنجگور کے حوالے سے یہاں پر انہوں نے باتیں کیں ان تک ہم پہنچادیں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ بلیدی صاحب۔ جی نصر اللہ خان زیرے صاحب!

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! آج جو تحریک التواء امن و امان کے حوالے سے زیر بحث ہے یقیناً جو واقعات ابھی ہمارے دوست بیان کر رہے تھے بالخصوص پنجگور میں جو صورتحال ہے وہ انتہائی نازک صورتحال ہے۔ حاجی موسیٰ، اُس کے دو بیٹے قدرِ موسیٰ، صفی موسیٰ کو گھر میں گھس کر انہیں شہید کیا گیا۔ اُس کے بعد جلیل سخرانی جو ایک young نوجوان تھا BUISTEM سے وہ پڑھا تھا۔ بڑا ہنس مکھ نوجوان تھا، اُس کو شہید کیا گیا۔ اور اتنی وارداتیں ہو رہی ہیں پنجگور میں کہ ایسا لگ رہا ہے کہ پورا علاقہ بالکل ایک جنگل کے قانون کی طرح وہاں ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ وہاں حکومت نام کی کوئی چیز وہاں پر موجود ہی نہیں ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ وہاں پر پنجگور میں نہ پولیس ہے، نہ لیویز ہے اور یہ مسلح لوگ جو دن رات لوگوں کو قتل کر رہے ہیں۔ ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ چند مہینوں میں یہ کوئی 38 ٹارگٹ کلنگ کے واقعات وہاں رونما ہوئے ہیں۔ تو آخر اتنی بڑی حکومت، اتنا بڑا ہوم ڈیپارٹمنٹ، 70 ارب روپے اُس پر خرچ ہو رہے ہیں لیکن اتنی بے حس حکومت ہے کہ آج آپ دیکھ رہے ہو کہ اُن کو پرواہ ہی نہیں ہے۔ نہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کو پرواہ ہے نہ پولیس کو پرواہ ہے اور نہ کسی اور کو ہے۔ اور یہ سب کچھ کس کے ایماء پر ہو رہا ہے۔ جناب اسپیکر! اس سے پہلے مانگی میں لیویز کا واقعہ ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے ہمت کی مانگی لیویز شہداء کے لواحقین نے اپنے لختِ جگر تین لاشوں کو 12 دن انہوں نے رکھا اور انہوں نے مطالبہ کیا آج تک اُن کا مطالبہ منظور نہیں ہوا ہے۔ اور اس سے پہلے ایک عظیم رہنما پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے مرکزی سیکرٹری عثمان خان کا کڑکی کہ شہادت کا المناک واقعہ ہوا۔ اور ہمارے کرتا دھرتا نے یہ بھی نہیں سوچا کہ عوام کی محبت کتنی ہے اُس سے۔ اُس کے جنازے میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ ملک عبید اللہ کاسی کا واقعہ ہوا۔ مجھ میں واقعہ ہوا، آخر میں میں سوچ رہا ہوں کہ آخر حکومت ہے کہاں پر؟ ہم نے مطالبہ کیا کہ ان تمام واقعات کا ایک اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن بنایا جائے کہ پنجگور میں اتنے قتل کی وارداتیں ہو رہی ہیں، اس کے پیچھے کون سا مافیاء ہے؟۔ کون سے لوگ ہیں اور کتنے طاقتور ہیں کہ وہ گھروں میں گھس کر کے حاجی موسیٰ کو مارا، اُس کے دو بیٹوں کو مارا، جلیل کو مارا، باقی لوگوں کو مارا؟۔ اور ابھی جو بتایا جا رہا ہے کہ خوف کی فضا ہے وہاں پر اور اتنی خواتین وہاں نکلیں، احتجاج کیا۔ لیکن حکومت اُس سے مَس نہیں ہو رہی ہے حکومت کو

کچھ پرواہ نہیں ہے لوگ مریں۔ لیکن ہوم ڈیپارٹمنٹ ہے وزیر داخلہ صاحب کو request کی گئی کہ آپ بیٹھ جائیں آپ سین لوگوں کو، IG صاحب کو بلائیں آپ کو request کی، رولنگ آپ دے دیں، اُن کو بلائیں ہماری باتیں سنیں لیکن اس ہاؤس کے ممبران کو کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ یہ آپ کے عوام کی منتخب اسمبلی ہے لیکن اس منتخب اسمبلی میں حالت آپ دیکھ رہے ہیں گیلری میں، یہ حالت ہے۔ جا کر چمن میں دیکھو، لوگ بھوک سے مر رہے ہیں، جا کر تفتان میں دیکھو، لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ آپ نے ڈیورنڈ لائن پر پابندی لگا دی ہے، پچیس ہزار لوگ وہاں پر بیروزگار ہو گئے ہیں۔ روزگار کی تو آپ کی یہ حالت ہے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا ”کہ ہم آئیں گے، ہم آسمان سے تارے اُتار کر، ہم شہد اور دودھ کی نہریں آجائیں گی“۔ آج لوگ اپنے سروجان و مال کی تحفظ سے دوچار ہیں۔ جناب اسپیکر! اس طرح حکومتیں نہیں چلتی ہیں کہ حکومت صرف اس کا نام ہے کہ آپ وزارت اعلیٰ کے منصب پر آپ بیٹھے رہو اور پنجگور میں لوگ قتل ہوتے رہیں اور آپ کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ مانگی ڈیم میں وہاں پر لوگ شہید ہوتے رہے۔ آپ کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ آپ مذاق اُڑا رہے ہو، آپ لوگوں کے مطالبات کا اتنے لاشوں کے ساتھ 12 دن بیٹھنا اور اُن کے مطالبات کو تسلیم نہ کرنا یہ حکومت کی بے حسی کے علاوہ اور کیا ہے؟۔ کون حکومت کر رہا ہے؟۔ اگر آپ نہیں کر سکتے ہو وزیر اعلیٰ صاحب! آپ resign کریں، آپ ناکام ہیں، آپ عوام کو تحفظ نہیں دے سکتے ہو۔ اور یہ میرے پاس پڑا ہوا ہے اس کے آرٹیکل دیکھو اس میں کیا تحفظ نہیں دیا گیا ہے پہلے طور پر کہ عوام کے جان و مال کا تحفظ فرض ہے حکومت پر؟۔ لیکن حکومت اس میں مکمل طور پر ناکام ہے۔ ہم 70,80 ارب روپے خرچ کر رہے ہیں امن و امان پر۔ ایف سی یہاں پر موجود ہے، پنجگور میں بھی ایف سی ہے۔ تو آپ نے death squad بنائے ہیں اُن کو فری ہینڈ آپ نے دیا ہے اور جو چاہے وہ کریں۔ آپ نے منشیات فروشوں کو فری ہینڈ دیا ہوا ہے، ہر جگہ جاؤ، ہر شہر میں جاؤ وہاں منشیات عام ہے۔ جب آپ منشیات فروشوں کے خلاف بات کریں گے تو اُس کے بدلے آپ کو مارا جائے گا۔ میں صرف چمن کی بات کروں گا 50 جگہوں سے زائد چمن شہر میں وہاں منشیات لوگ بیچ رہے ہیں ساری نسل تباہ ہو رہی ہے۔ مکران میں جاؤ وہاں پر کیا صورتحال ہے۔ لیکن جب آپ نہ حکومت جو ہے منشیات فروشوں کے خلاف، نہ death squad کے خلاف نہ ان بد معاشوں کے خلاف، نہ ان اسلحہ برداروں کے خلاف جن کے پاس جتھے ہیں مسلح اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو رہی ہے۔ تو صاف صاف بتاؤ عوام کو بتاؤ کہ ہم آپ کے تحفظ میں ناکام ہیں، عوام خود اسلحہ اٹھائیں گے۔ عوام کو بتاؤ کہ آپ اسلحہ اٹھاؤ اپنے گھر کا حفاظت کرو، اپنے بچوں کا حفاظت کرو۔ جناب اسپیکر! میرے بیٹے کو اغوا کیا 19 جولائی کو آج تک رپورٹ نہیں آیا۔ اور جناب اسپیکر! شہر میں کیمرے ہیں، وہ کیمرے کے تمام چیزوں کو چھپا یا گیا۔ آخر جناب اسپیکر! آپ کی بھی

as a custodian کوئی ذمہ داری بنتی ہے۔ آج جس طرح محترمہ نے یہاں بات کی، اُس کے آنسو نکل گئے کہ اس جلیل کا کیا ہوگا اُس نے صحیح فرمایا محترمہ نے کہ جب ایک بندہ شہید ہوتا ہے وہ صرف ایک بندہ نہیں ہوتا پورا گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ آپ نوٹس لے لیں بلائیں IG صاحب کو بلائیں ہوم کو بلائیں اور اداروں کو بلائیں اس ہاؤس کو in camera یہاں پر جو ہے ناں ہمیں briefing دی جائیں۔ آپ رولنگ دیدیں ان تمام واقعات کا کہ اس کا ایک fact finding commission بناؤ اس پنچگور پر بناؤ کہ وہاں پر یہ واقعات کون کر رہا ہے مانگی ڈیم پر بناؤ باقی جو واقعات ہوئے ہیں اُس پر بناؤ۔ صوبے میں ہرنائی میں صورتحال جناب اسپیکر! آپ اندازہ نہیں کر سکتے عوام اتنے تنگ ہیں کس سے تنگ ہے آپ کے سیکورٹی فورسز سے تنگ ہیں، زیارت میں تنگ ہیں مانگی ڈیم کے جو شہداء ہیں اُن کا کیا مطالبہ تھا آپ گئے تھے آپ کو پتہ ہے اُن کا یہی مطالبہ تھا کہ FC کو ہرنائی اور زیارت سے وہاں سے جو ہے ناں withdrawal کیا جائے اور یہی بات شائد پنچگور میں بھی یہی ہے کہ وہاں پر کس کے ایماء پر اور کون پشت پناہی کر رہا ہے کہ اتنے دلیر ہیں لوگ گھروں میں گھس کر لوگوں کو مارتے ہیں۔ تو ہے کوئی پیچھے کوئی ہے بندہ کوئی ہے ادارہ جو یہ سب کچھ کر رہا ہے مت کرو اتنا ارزاں بھی خون نہیں ہے کسی بندے کا مت کرو یہ گھروں کو تباہ مت کرو۔ آپ سے request ہے میری آپ رولنگ دیدیں ایک fact finding commission بنائیں، جتنے بھی واقعات ان تین سال میں ہوئے ہیں۔ ان سب کا fact finding commission بنائیں۔ آپ رولنگ دیدیں جناب اسپیکر! کہ ان تمام واقعات کا ایک high-level اعلیٰ سطحی ججز کا ہو، پارلیمانی کمیٹی ہو آپ وہ دیدیں کمیشن بنائیں۔ کہ اس کی تحقیقات کریں کہ اس کے پیچھے کون ہے۔ تو میں اس پنچگور میں جو واقعات ہوئے ہیں۔ حاجی موسیٰ صاحب اُس کے دو بیٹے قدیر موسیٰ، صفی موسیٰ جو recently واقعہ ہوا جو باقی واقعات ہوئے ہیں جلیل سنجرائی کا ان واقعات کا میں شدید مذمتی کرتا ہوں اس طرح مانگی ڈیم لیویز شہداء کے واقعہ کا باقی جو واقعات وہاں ہوئے ہیں اور میں مطالبہ کروں گا۔ کہ ان تمام واقعات کا ایک اعلیٰ سطحی کمیشن کے ذریعہ

اس کی تحقیقات کی جائے۔ Thank you Mr. Speaker.

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ نصر اللہ خان زیرے صاحب! یقیناً یہ ایک افسوس ناک واقعہ ہے اور منسٹر صاحب نے on Floor جو ہے یقین دہانی کرادی۔ کہ اس پر جو ہے ہم کوشش کریں سی ایم صاحب سے بات کریں گے کہ JIT بن جائے یا تفصیلی اس واقعہ کی رپورٹ ہے وہ ہمیں مل سکے۔ جی میرا سدا بلوچ صاحب آپ بات کریں۔

میرا سدا اللہ بلوچ (وزیر سماجی بہبود): جناب اسپیکر! انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہ ہمارے بلوچستان کے

1 کروڑ 22 لاکھ لوگوں نے جو ہمیں یہاں منتخب کر کے اس مقدس ایوان میں ہمیں بھیجا ہے۔ آج یہ کرسی جو خالی ہیں،

پتہ نہیں تحریک التوائتی سخت تحریک التوائتی کہ جن لوگوں نے یہاں بیٹھنا گوارا نہیں کیا۔ سچائی تو یہ ہے کہ یہ ملک عوام کا ہے، یہ صوبہ 1 کروڑ 23 لاکھ عوام کا ہے۔ ریاستیں بنتی ہیں، ادارے بنتے ہیں تمام جب بجٹ بھی بنتی ہیں صرف عوام کی مفادات کو تحفظ کرنے کے لئے ہی بنتی ہیں۔ جب عوام کی تحفظ نہیں ہوگی۔ ادارے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کریں گی تو لوگ روڈوں پر نکلیں گے۔ یہ روڈوں پر نکلنے کی آواز اور گونج کو سننا ہوگا۔ یہ کانوں میں روئی ڈال کر کے اس لئے آپ کو اس ادارے میں سارے جو جتنی مراعات آپ کو ملی ہیں۔ IG پولیس چار سے چھ بلٹ پروف گاڑیاں، ہر گاڑی کی قیمت چھ کروڑ سات کروڑ ہے۔ 60 سے 70 ہزار نفری اور چنگوڑ میں پولیس کے بھی 7 سونفریاں ہیں۔ ساڑھے 4 ہزار FC کے بھی ہیں۔ جب چنگوڑ میں تین دفعہ اس floor پر بحیثیت منسٹر مجھے اس floor پر بات کرنا میرا تو floor cabinet ہے۔ لیکن اُس وزارت کو میں کیا کروں گا۔ ایسے وزارت چنگوڑ کے غریب، لاچار، مسکین کے تحفظ کے خاک بھی نہیں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہاں لوگ بیٹھے نہیں ہیں لیکن صحافی جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، باضمیر صحافی جو اس صوبے کے لیے درد رکھتے ہیں۔ اُن کی ذمہ داری ہے کہ میری آواز اسلام آباد کے حکمرانوں تک پہنچائیں۔ میری mandate کی قدر نہیں ہوتی ہے۔ نصر اللہ زیرے کے mandate کی بھی کوئی قدر نہیں ہے۔ زاہد ربکی کی mandate کی بھی کوئی قدر نہیں ہے۔ تو جناب اسپیکر صاحب! ہم یہاں آتے ہیں کیوں؟۔ ہماری ذمہ داری ہم تو پورا کر رہے ہیں۔ آیا میں تھانیدار بن کے حوالدار بن کے SHO بن کے رائفل اٹھاؤں؟۔ میرا کام legislation ہے، قانون سازی ہے اور غلطیوں کی نشاندہی ہے جناب اسپیکر۔ کام DPO کو کرنا ہے جب DPO سے پوچھا جاتا ہے کہ چنگوڑ کے حالات خراب ہیں آپ نکلیں قاتلوں کو پکڑیں۔ اگر قاتل اسد کا بھائی ہے اُس کو پکڑیں، قاتل اسد کا بھائی ہے اُسکو shoot کریں۔ کیوں نہیں کرتے آپ؟۔ یہ کس کے ایجنڈے پر آپ کام کر رہے ہیں؟۔ اس لئے کہ BNP (عوامی) نے 22 ہزار ووٹ عوام کا لیا ہے۔ پیراٹوٹ سے نہیں آیا ہے۔ میرے خلاف سازش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میں محسوس کروں جناب اسپیکر صاحب! آج میں بات کر رہا ہوں میری عوام کے ساتھ یہ زیادتیاں ہوئی تو شائد میں پارلیمانی سیاست بھی چھوڑ دوں۔ جس دن میں نے پارلیمانی سیاست چھوڑ دی ہے تو اُن تو توتوں کے لیے اُن لوگوں کے لیے حالات پھر اچھے نہیں ہوں گے۔ میں پارلیمانی سیاست نہیں کروں گا، سیاست تو ضرور کروں گا۔ اس ملک کو ہم مانتے ہیں اس کے اداروں کو ہم مانتے ہیں لیکشن laws کو ہم مانتے ہیں ہم نے الیکشن لڑے ہیں۔ لوگوں نے ایک ایک ووٹ ہمیں دی ہے۔ 22 سے 25 ہزار ووٹ ہم نے لئیے ہیں۔ یہ تیسری چوتھی دفعہ چنگوڑ کے بارے میں میں بات کر رہا ہوں۔ IG کو بھی یہاں ہم بلایا اُن سے بھی بات کی وزیر اعلیٰ صاحب کے نوٹس میں بھی میں نے لایا۔ کمشنر نے بھی letter لکھا ہے۔ یہ IG اتنا

طاقتور ہے اور اسپیکر صاحب! آپ اتنے کمزور ہیں کہ یہاں یہ سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ IG اور چیف سیکرٹری اس وقت چنگوڑ میں ہوتے۔ لوگوں کو سنتے کس درد کی دوا ہیں؟۔ یہ اس لئے کہ ہم روزانہ لاشیں اٹھائیں کل سول سوسائٹی کے سینکڑوں خواتین، چنگوڑ کا روایات ہے کبھی خواتین گھر سے نہیں نکلتی ہیں۔ سینکڑوں خواتین گھر سے نکلی ہیں یہی ان کی آوازیں تھیں گونج رہی تھیں پوری چنگوڑ میں کہ قاتلوں کو پکڑو۔ کیوں نہیں پکڑ رہے قاتلوں کو۔ یہ بیٹھے ہیں کیوں؟۔ یہ بڑے بڑے گاڑیوں پر بڑے بڑے بنگلوں پر یہ بیٹھے ہیں کیوں؟۔ تو یہ ہمارا tax ہے، یہ سارے بنگلے ان کے پاس ہیں۔ گاڑیاں بھی وہی tax کے ہیں۔ ہم ایک ماچس خریدتے ہیں tax دیتے ہیں۔ کلوچینی خریدتے ہیں tax دیتے ہیں۔ عوام بیچارے جو ڈل کلاس کے لوگ ہیں انہوں نے ہمیشہ آئین کی، قانون کی فرمانبرداری کی ہے۔ اور ٹیکس دیے ہیں۔ اس ٹیکس سے بنے ہوئے اُس دولت کو اس مظلوم عوام کے لیے خرچ کرنا چاہیے، اُس کی مال اور جان کو تحفظ دینی چاہیے۔ آئین میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے لوگوں کی مال و جان کی تحفظ کریں۔ اگر چنگوڑ کے عوام ساتھ ساتھ ماگی ڈیم میں بھی یہی حالات ہوتے ہیں گوادر میں بھی یہی حالات تربت میں بھی یہی حالات نوشکی میں بھی یہی حالات تو اس سے ہم کیا اخذ کریں۔ انار کی پیدا کرنا چاہتے ہیں روڈوں سے نکلے رانفل اٹھائیں ایک دوسرے کو ماریں؟ چند موٹر سائیکل والوں کو طاقتور بنا دیا گیا ہے۔ نقاب پوش بن کے کسی جگہ گھس کے کسی کو ماریں۔ کہتا ہے کون ہے؟۔ یہ نامعلوم ہے۔ صحیح ہے یہ سب ہمیں معلوم ہے۔ ایسا نہیں ہے ایسا نہیں کریں۔ یہ میں بار بار یہاں اُٹھ کر بات کر رہا ہوں۔ آج چنگوڑ کے دو صحافی بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ قادر اور رسول بخش۔ یہ چنگوڑ سے آئے ہیں اسپیشلی ادھر آئے ہیں۔ اس session کے لئے کچھ ہوگا یہاں کے باتوں کی کوئی اہمیت ہے؟۔ ہم بول بول کے، چیخ چیخ کے کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہماری باتوں کی۔ الیکشن کے دنوں ہم لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں۔ جب ہم اس اسمبلی کے ممبر ہوں گے۔ ہم آپ کی جان و مال کی تحفظ کریں گے۔ ادارے ہیں ادارے آپ کے لیے کام کریں گے۔ آپ کو تحفظ دیں گے۔ ہمارا گناہ کیا ہے میں پوچھتا ہوں اس IG سے پوچھتا ہوں؟۔ اگر یہی حالات چنگوڑ کے بجائے اس IG کے ڈسٹرکٹ میں ہوتے تو وہ خاموش ہوتا۔ IG کے بیٹے کے ساتھ ہوتا وہ خاموش ہوتا۔ چیف سیکرٹری کے بیٹے کے ساتھ ہوتا وہ خاموش ہوتا؟۔ نہ کریں ایسا۔ ہمیں اپنی اپنی زندگی کے وقت بہت گزاری ہے، ہمیں کوئی لالچ نہیں ہے اس زندگی سے مزید لالچ نہیں ہے۔ لیکن اپنی عوام کی بلوچستان کے مظلوم لوگوں کی مال و جان کی حفاظت کی خاطر آخری سانس تک ہم یہاں بولتے رہیں گے۔ اسمبلی کے ممبروں میں unity پیدا کرنا چاہیے۔ ایسا ماحول یہاں نہ ہو کہ افغانستان کا ماحول پیدا نہ کریں۔ طاقتور لوگ، اُس وقت طاقت کسی مانی جاتی ہے وہ طاقت کو عوام کی مال و جان حفاظت کے لیے استعمال

کریں۔ یہ کون سا طاقت ہے کہ عوام کے خلاف استعمال کی جاتی ہے؟۔ ایسے طاقت کو، ایسے سببے اور کو ہم نہیں مانتے ہیں۔ ہم اُس روشنی کو مانتے ہیں کہ ہماری گھر کا شمع بن کے چراغ بنے۔ جو لوگ چراغ کو بجھاتے ہیں اُن کے اوپر ہم لعنت بھیجتے ہیں۔ ہم چراغ و مشعل لینے والوں کو سلام کرتے ہیں۔ اور بلوچستان کے تمام پولیٹیکل پارٹیوں کے خلاف ایک سازش ہو رہی ہے۔ جن لوگوں کو عوام میں کوئی say ہے۔ masses میں کوئی کا کر رہے ہیں اُن کو آپ راستے سے ہٹائیں۔ جو ٹھپہ والے ہیں سارے اُن کو بٹھالیں، جو ہاتھ اٹھاتے ہیں۔۔۔ (ڈیک بچائے گئے)۔ جناب اسپیکر صاحب! چنگور کی چار لاکھ عوام ہیں بارڈر پر اپنا کاروبار کرتے ہیں شریف لوگ ہیں ideological مسلمان ہیں۔ ایران کے ہمسایہ ہیں۔ افغانستان سے بھی کہیں جوتے ہیں، خلیج سے بھی جوتے ہیں۔ ان لوگوں کا، میں نے ایک development وہاں شروع کیے ہیں۔ یونیورسٹی، کالج، roads، بڑے پیمانے پر development شروع کیے ہیں۔ اس development میں ان کو دیکھیں کہ کچھ لوگوں کو ہضم نہیں ہو رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ دوبارہ BNP (عوامی) دوبارہ آجائے۔ حالات کو خراب کرنے کے لئے ایک قدر معصوم تین سال کے بچے کو اٹھا کے مارنا یہ تو اُس زمانے میں یزید کے زمانے میں کچھ لوگ سوچتے تھے۔ غزہ کے پٹی میں بھی لوگ سوچتے ہیں اس سلسلے میں کہ اس چھوٹے سے بچے کو ہم نہیں ماریں۔ اور دنیا میں جو جنگیں قانون ہوتی ہیں جناب اُس میں عورتوں اور بچوں کو نہیں مارا جاتا۔ ہم بین الاقوامی دنیا کے قوانین سے بھی ناواقف ہیں۔ لیکن اُن کو شہہ کون دے رہا ہے ”کہ مارو کوئی آپ کو گرفتار نہیں کر سکتا مارو“۔ میں تو فلور پر ہوں نا میں تو اپنے علاقے کے حالات خراب نہیں کرنا چاہتا ہوں نا۔ میں تو اپنی بدنامی تو نہیں کرنا چاہتا۔ اگر BNP (عوامی) کا اگر کوئی بندہ اس میں شامل ہے۔ آج میں فلور پر کہہ رہا ہوں، کہ پکڑیں اس کو۔ لیکن اس کے لیے ہم بول بول کے اُس روز بھی ہم نے کہا کہ JIT تشکیل دیا جائے۔ ایک کمیشن بنایا جائے اور IG کو اُس میں بٹھایا جائے کہ یہ کون کر رہا ہے ساری چیزیں؟۔ لیکن اس آئی جی کو کوئی سوجھتی نہیں ہے، اُس روز ہم نے یہاں بلایا اسپیکر بھی تھے۔ وزیر بھی تھا اُن کا خلیفہ صاحب، ہم تھے۔ ہم نے کہا ”جناب آئی جی صاحب! طاہر صاحب! یہ چنگور میں کیوں ایسا کر رہے ہیں آپ؟“۔ آئی جی کہتے ہیں ”نہیں چنگور کے حالات صحیح ہیں“۔ تو میں کیا سمجھوں کہ آئی جی پاگل ہے۔ تو ایسے پاگلوں کی بلوچستان میں ضرورت نہیں ہے پھر۔ یہ پاگل جہاں سے آیا ہے پاگل کو وہیں پر رکھیں بلوچستان میں شریف، باوقار، باعزت لوگوں کی ضرورت ہے۔ چیز اُس کے سمجھ میں نہیں آتی ہے، جب سے یہ آیا ہے آئی جی، بلوچستان کے حالات خراب ہوئے ہیں۔ بلوچستان دن بہ دن بگڑ رہا ہے۔ اور اس کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ ایک دن افسوس کے ساتھ، کسی ساتھی نے یہاں پریزینٹری پیچر کہ ”یہ آئی جی بڑا بنگ ہے“۔ بھی آئی جی بڑا بنگ ہے تو ہمارے لوگوں کو تباہ

کر دیا دبنگ نے۔ اس دبنگ کی ہمیں ضرورت نہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! ہم نیچے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہماری کرسی آپ سے تھوڑی نیچے ہے۔ پھر یہ کالا کوٹ آپ نے پہنا ہے۔ یہی کالا کوٹ جب سپریم کورٹ کے جج اسی طریقے سے وہ کورٹ میں بھی ہیں، لوگ انصاف مانگتے ہیں۔ میں پاکستان کے چیف جسٹس سے یہ انصاف مانگتا ہوں کہ چنگور کے علاقے خراب ہیں۔ وہ سوموٹو ایکشن لیں۔ میں چیف جسٹس آف بلوچستان سے انصاف مانگتا ہوں۔ اگر نہیں ہوا۔ تو بلوچستان کے عوام کی عدالت سے ہمیں کوئی نہیں روکے گا۔ جب ہم وہاں بولیں گے تو بہت کچھ بولیں گے۔ یہی ہے ناں لوگ کبھی کبھی دھمکی دیتے ہیں ”کہ جناب اسمبلی کے فلور پر آپ بول رہے ہو آپ تو ٹریڈری کے ہیں؟“۔ میں کب قسم اٹھائی ہے، حلف اٹھایا ہے یہاں سے کہ چنگور میں تباہی ہو اور میں ایک وزارت کے لیے یہاں بیٹھا رہوں میں نے کبھی یہ نہیں کیا ہے۔ میرے لئے میرے غریب، لاچار، مسکین عوام اولیت رکھتی ہیں۔ اُن کی عزت، اُن کی نفس، اُن کی وقار، اُن کی پاسبانی اولیت رکھتی ہے وزارت نہیں۔ آپ دیکھیں interest زیرے صحیح بول رہے ہیں۔ interest کیوں نہیں ہے؟۔ کیوں نہیں بیٹھے ہوئے ہو۔ اس کو میں کیا سمجھوں؟۔ میں تو اس لیے بیٹھا رہا ہوں کہ چنگور کا ایجنڈا ہے۔ تو باقی تو سارے یہاں سے نکل گئے، ایسے نکل گئے کہ اُن کو ایک ایک فون آیا ”کہ جناب اگر آج آپ بیٹھ گئے شاید آپ لوگوں کا ایم پی اے شپ جائے گا یہاں سے“۔ تو میں سمجھتا ہوں جناب اسپیکر صاحب! ہم جٹ بناتے ہیں۔ آپ جٹ بگ کو دیکھیں۔ سکیورٹی کے حوالے سے یہی پولیس ڈیپارٹمنٹ ہے۔ چالیس سے پچاس ارب روپے کا بجٹ ہے یہ بجٹ کہاں سے آتا ہے یہاں تیل نہیں نکل رہا ہے ہے۔ لوگوں کے ٹیکس ہیں، غریبوں کے ٹیکس ہیں، وہ غریب جو مسکین جو مزدوری کر کے ٹیکس دیتے ہیں آپ ان کی مال و جان حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں یہ آئین میں لکھا ہوا ہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے لوگوں کی مال و جان کی حفاظت کریں۔ آج چنگور میں جو حالات پیدا کیے جا رہے ہیں یہ کب تک چلیں گے؟۔ میں سے پچیس ہزار لوگوں کا ریلی پی این پی (عوامی) نے بھی نکالا۔ اس سے پہلے بھی وہاں مختلف پارٹیوں نے آواز بلند کی۔ کل سول سوسائٹی نے بہت بڑے پیمانے پر سینکڑوں لیڈرز نکلے۔ یہی ایک ہی آواز تھا ”کہ قاتلوں کو گرفتار کریں“۔ ہم نہیں کہتے ہیں جرم ہوتی ہے جنتی نظام نہیں ہے۔ سعودی میں بھی قتل ہوتے ہیں۔ وہاں بھی جرم ہوتی ہیں لیکن ریکوری بھی ہوتی ہیں لوگ پکڑے جاتے ہیں قاتل پکڑا جاتا ہے۔ لوگوں کے سامنے ان کو لے کے پیش کرتے ہیں کہ اس نے قتل کی ہے یہ پکڑا گیا اور اس کو سزا ہوئی ہے۔ جیل اس لئے بنائے ہوئے ہیں۔ پولیس کو یہ بندوق اس لئے دی گئی ہے کہ اس بندوق سے آپ لوگوں کی مال و جان کی حفاظت کریں۔ اس کے کندھے کی بندوق جو ہماری حفاظت نہیں کر سکتی ہے۔ یہ کندھے پر یہ بندوق رکھا ہے کیوں ہے انہوں نے؟۔ کس کو ڈرانے کی خاطر؟۔ بہت

سے ایسے لوگوں میں ایسے دیکھے جب ان کی interest ہوتی ہے کہاں سے کہاں ڈھونڈ ڈھونڈ کے لوگوں کو پکڑتے ہیں ”کہ حالات خراب ہو رہے ہیں فلا ناں بڑے ہستی کی بیٹی اغواء ہوئی ہے“۔ اور یہ نصر اللہ زیرے بیچارے کا بیٹا اغواء ہوا ہے کہتا ہے ”آپ ڈرامہ کر رہے ہیں“۔ کیوں ایسے کر رہے ہیں؟۔ ہاں یہ بڑا سرمایہ دار ہوتا تو اس کے حالات ایسے ہوتے تو یہ صحیح ہے تو نہیں کہتے۔ پولیٹیکل ورکر ہے۔ ”ٹھیک ہے آپ ڈرامہ کر رہے ہیں“۔ ہر چیز کو نیگیٹو نظر سے دیکھنا، عوام کی آواز غلط انداز پر دیکھنا، غلط انداز پر اُس کی تشریح کرنا۔ جناب اسپیکر صاحب! ہم چالیس سال سے سیاست کر رہے ہیں۔ اور اپنی ضمیر کی ہم نے سیاست کی ہے۔ اور آنے والے دو چار دن ہیں وہ بھی ہم اپنی ضمیر کی کریں گے۔ عوام ہم کس عوام کی بات کر رہے ہیں۔ میں تو کوئی باہرائی کی عوام کی بات تو نہیں کر رہا ہوں جو یہ سنتے نہیں ہیں۔ اُس عوام کی میں بات کر رہا ہوں جس کے جیب میں شناختی کارڈ ہے پاکستان کا پاسپورٹ ہے اس کی، اور یہاں کے شریف شہری ہیں۔ ایک جانب سے یہاں دھکا دے دیں ان کو ماریں، دوسری جانب سے بارڈر کو بند کریں۔ نان شبینہ کیلئے ان کو محتاج کریں۔ تو یہ جو لاوہ ہوگا یہ خاموشی کا جب لاوہ ہوگا جب یہ پھٹ جائیگا یہ جب بلاسٹ ہوگی تو اس کی اثرات بہت خراب نکلیں گی۔ لوگ پارلیمانی سیاست سے مایوس کیوں ہوتے ہیں جناب؟۔ خیر بخش اس سیٹ پر بیٹھا ہے پارلیمانی سیاست کی ہے نواب خیر بخش نے۔ جب بات نہیں سنی گئی، انہوں نے کہا ”کہ یہاں کوئی عزت نہیں ہے میں پارلیمانی سیاست ہی چھوڑ دوں“۔ نقصان کس کو ہوا جناب اسپیکر صاحب؟۔ پھر بلاج ہے اُس کا بیٹا، پارلیمانی سیاست، جب بات نہیں سنی پارلیمانی سیاست اُس نے بھی خیر باد کہی۔ کیا ہم سے یہی مانگتے ہیں؟۔ اس وقت 80% لوگ چنگور کے میرے ساتھ ہیں کوئی بھی بندہ جا کے سروے کرے۔ ہمارے ساتھ کیوں ایسے کر رہے ہیں؟۔ میں تو یونیورسٹی بنا رہا ہوں۔ ایگریکلچرل کالج میں نے بنایا، پولیٹیکنیک کالج میں نے بنایا، بی آر سی بنانے جا رہا ہوں کیڈیٹ کالج ہم نے بنایا۔ سولہ کالجز میں نے بنائے ہیں۔ چار ہزار لوگوں کو نوکری دی۔ یہ تو امن کا راستہ ہم نے اپنا کے آگے بڑھ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ کیوں ایسے ہو رہا ہے پھر؟۔ اس لئے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے ایجنٹ بن کے اسمبلی میں آئیں یہ غلط فہمی میں کوئی نہ رہے۔ میں چنگور کے لاچار مسکین عوام کا ایجنٹ ہوں۔ بلوچستان کے مظلوم لوگوں کا ایجنٹ ہوں، میں کسی کا ایجنٹ بن کے کام کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ میں سیٹ جیتوں یا ہاروں۔ 2013ء میں آپ نے مجھے ہر دایا۔ عوام میرے ساتھ تھا۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک دفعہ پھر یہ سلسلہ چلتا آ رہا ہے۔ میں حیران ہوں کہ میں چیخ چیخ کے، یہاں کوئی سننے والا نہیں ہے۔ تو میں مایوس ہوتا ہوں کیا؟۔ میں مایوس نہیں ہوتا ہوں۔ میں ایک پولیٹیکل ورکر ہوں۔ میں نہ کوئی سردار ہوں، نہ کوئی نواب ہوں، نہ کوئی زردار ہوں، میں ایک ایسا ورکر ہوں جو Masses سے اٹھ کے، BSO کے پلیٹ فارم سے اٹھ کے میں

یہاں تک پہنچا ہوں۔ اور ہر لیکشن میں میرے ووٹ بینک بڑھتا بڑھتا گیا، بڑھتا گیا اس لئے کہ کبھی میں نے اپنے عوام کے ساتھ دھوکہ نہیں کیا۔ کبھی اس سرزمین کیساتھ میں نے دھوکہ نہیں کیا۔ لیکن آج یا مہینے دو مہینے ہو گئے ہیں جناب اسپیکر صاحب! معذرت کیساتھ تو یہاں میں چیخ چیخ کے آپ ابھی رولنگ دے دیں کوئی جے آئی ٹی، کوئی کمیشن، کس سے میں انصاف مانگوں؟ ہاں ایک جگہ ہے اللہ کے ہاں وہاں انصاف ہے۔ جو لوگ یہ سازش کر رہے ہیں، جو لوگ اس عمل کو آگے لے جانا چاہتے ہیں، وہ بے نقاب ہونگے مجھے اللہ پر بھروسہ ہے۔ میں نے ہمیشہ امن کی بات کی ہے۔ امن کی زبان سے میں نے بات کی ہے۔ کیا آپ مجھے دھکا دینا چاہتے ہیں۔ دیوار سے لگانا چاہتے ہیں؟۔ مقصد کیا ہے آپ کی؟۔ ایجنڈا کیا ہے اور چنگوڑ کے لوگوں نے کیا جرم کی ہے کہ چنگوڑ کے عوام کو اتنا اذیت دیتے جائیں؟۔ انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ جس دن میں نے اس فلور پر بات کی تھی۔ میں نہیں بول رہا ہوں یہ مائیک، یہ کرسی چنگوڑ کے چار لاکھ عوام کی امانت ہے۔ یہ مائیک اور یہ کرسی اور یہ آواز میری نہیں ہے، چار لاکھ عوام کی آواز ہے۔ اگر آئی جی کو چار لاکھ عوام کی آواز سنائی نہیں دیتی ہے، تو ایک دن آئی جی کہ عوام کے غیض و غضب سے حالات جو بھی ہوں گے۔ عوام تو اٹھے گا۔ راستہ نکل جائیگی۔ روزانہ ہم لاشیں اٹھا کے ان کی تعریف تو نہیں کرتے ہیں۔ آئی جی کے پاس جہاز بھی ہے، بلڈ پروف گاڑیاں ہیں۔ یہ آئی جی ڈر رہا ہے چنگوڑ نہیں جا رہا ہے کیوں؟ یہاں بیٹھ کے کوئٹہ کے دل پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا ناشتہ جب ٹیبل پر لگتی ہے پتہ نہیں کتنے کتنے خوراک ہیں اُس میں۔ وہ مظلوم جو دو وقت کی روٹی اُن کی نصیب میں نہیں ہیں اُن کو کاٹو، اُن کو مارو، اُن پر فائرنگ کرو۔ یہ فرنگیوں کے زمانے میں تھا۔ جب سیکنڈ ورلڈ وار سے پہلے تو دنیا پر بڑے پیمانے پر قبضہ گیریت تھا۔ لوگوں کی دولت، کالونیت ازم تھا، سارے چیزیں تھیں۔ تو رنجیت سنگھ نے اپنی اچھے نوجوان فوجیوں کو کہا جا کے ایک ہفتے کیلئے جاؤ آپ اس علاقے میں۔ اُنہوں نے لوٹا، بے عزتی کی، عزت کی بے عزتی ہوئی۔ کیا آئی جی صاحب یہی چاہتے ہیں یہی کرنا چاہتے ہو؟۔ ایسا نہیں ہوگا ایسے عمل سے امن کے جو فلسفہ ہے وہ damage ہوگا۔ یہ حالات پھر کسی کے حق میں نہیں ہوں گے اور بندوق کی نوک آپ لوگوں کو خاموش نہیں کر سکتے، اگر یہ بندوق کی نوک سے خاموش ہوتا تو افغانستان میں تو نیو یہاں سے بھاگ کے نہیں جاتا۔ امریکہ سپر طاقت یہاں سے بھاگ کے نہیں جاتا۔ وہی لوگ وہاں رہے، یہاں رہے، جن کے آباؤ اجداد سے یہاں رہے ان کی سرزمین تھا۔ امریکہ تو ویتنام میں بڑے بڑے علاقے کو بالکل باڑ لگا کے رکھا۔ اور لوگوں کو مارتے رہے۔ آج ویتنام کے لوگ معاشی طور پر بھی صحیح ہیں امریکہ وہاں نہیں رہا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں بلوچستان کے عوام پر امن عوام ہیں۔ باعزت لوگ ہیں۔ اس ملک کے حصے ہیں۔ ان کو آپ دوہرے نظروں سے نہیں دیکھیں۔ اسلام آباد کا عینک کوئی اور ہو، بلوچستان کا عینک کوئی اور ہو۔ اسلام آباد کا آئین کوئی اور ہو

بلوچستان کا آئین کوئی اور ہو، میں بار بار کہہ رہا ہوں بند کرو یہ طرز حکمرانی کا لو نیل ازم کا۔ بلوچستان کے عوام کو عزت دو۔ اور اس کی ایک ہی حل میں وقت کھڑے ہو کے یہ کہ بلوچستان کے جتنے بھی پارٹیاں ہیں وِن ایجنڈا پر ایک ہو جائیں۔ اگر کوئی بندہ چمن میں مارا جاتا ہے تو جیونی سے لوگ اٹھیں۔ تب ہی یہ اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔ نہ تو ہر بندے کو ایک ٹیلیفون کر کے کچھ مراعات کی باتیں کرتے ہیں۔ کچھ دھمکیوں کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ہم دھمکی اور مراعات سے اپنے اس سرزمین کو کہاں لے جا رہے ہیں؟۔ اس سرزمین کے وارث یہی غریب لوگ ہیں۔ جو لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں اُن کے پاس ٹیکس کے دولت جو ہیں مراعات جو ہیں اس مراعات کو لوگوں کے تحفظ کیلئے استعمال کریں۔ جناب اسپیکر صاحب! میں تو صرف وہاں صحافی حضرات ہیں۔ پہلے جو میں نے کہا ان کیلئے کھڑے ہو کے تو میرا پیغام لے کے آگے بڑھیں، باقی تو سیٹیں خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بیچاروں کی صحت کرے۔ تین بندے بیٹھے ہوئے ہیں تاکہ ان کو نظر بھی نہ لگے۔ آخر میں میں اکیلے ناکھڑا ہو جاؤں تو ایک عجیب شکل ہوتی ہے۔ ہاں وہ لوگ آج بہت خوش ہیں کہ اسمبلی کے باقی لوگ نکل گئے تین لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ تین لوگ باضمیر ہیں جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ باضمیر ہیں۔ میں دوسرے لفظ استعمال نہیں کرتا ہوں سمجھنے والے سمجھتے ہیں۔ باضمیر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں اس اسمبلی کے فلور پر پہلی دفعہ نہیں آیا ہوں لیکن چنگوڑ میں کبھی ایسا نہیں ہوا ہے تین چار دفعہ میں اس اسمبلی آیا ہوں، یہاں میرے تقریریں بھی موجود ہیں میرے عوام کو پیغامات بھی موجود ہیں میں ناظم بھی رہ چکا ہوں۔ لیکن اس دفعہ جو ایک بہتر طریقے سے ہم کام لے کے آگے بڑھ رہے ہیں وہ نسبتے لوگوں کو مار مار کے کوئی ایک قاتل تو پکڑ جائے۔ اگر ایک قاتل پکڑا جاتا تب لوگوں کو تھوڑی بہتر سے بہتر کم از کم امیدیں ہوتی۔ ایک بے امیدی کی فضاء قائم کرنے کے لئے پلاننگ کی جارہی ہے منصوبہ بندی کی جارہی ہے کہ چنگوڑ کو کس طریقے سے بدامن کیا جائے۔ بدامنی کے پھیلانے کے بعد پھر کہتے ہیں کہ یہ تو ایم پی اے لیکن اس میں صلاحیت نہیں تھی یہ چیزوں کا سنبھال نہیں سکا۔ حالات دیکھیں کتنے خراب ہوئے، چنگوڑ کا ہر بندہ باشعور ہیں ان کو پتہ ہے حالات کہاں سے خراب ہو رہے ہیں۔ ایک بندے نے ابھی تک استعفیٰ نہیں دیا۔ ابھی تک ہزاروں لوگ پیغام کر رہے ہیں کہ ہم پارٹی میں شامل ہونگے۔ ان کو کہیں آپ سازش کرتے جائیں اور لوگ میرے کاروان میں شامل ہوتے جائینگے، اس غلط فہمی میں کیوں ہیں وہ میں نے ہر فورم پر بات کی ہے کیبنٹ میں بھی میں نے بات کی ہے ہر فورم پر بات کی ہے اواز سننے والا کوئی نہیں تو میں اپنے عوام کے ساتھ اکتوبر میں چنگوڑ جا رہا ہوں۔ اُس سے پہلے اگر یہ آئی جی نے اگر چنگوڑ کے حالات کو خراب کرنے کی کوشش کی میں چنگوڑ میں جاؤں گا ایسا نہیں بیٹھوں گا۔ پھر میں پورے چنگوڑ کے عوام کو اٹھاؤں گا پھر اس کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں جو امن کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ چنگوڑ میں لکھا پڑھا

امن کا ماحول ہو لوگ رات کو بغیر کوئی خوف بغیر کوئی ڈراپے گھر جائیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے الیکشن کے دوران اپنی سپیج میں کہا تھا کہ جب ہم آئیگے ہم ایسے ڈی پی او لے کے آئیں گے۔ وہاں امن کا ماحول ہوگا جو کراچی اور کونڈ کے بس وہاں سے آتے ہیں اگر کسی بھی بندے کو وہاں سواری نہیں ملی اس کے بیگ کو پولیس اٹھا کے باعزت طریقے سے اس کو گھر پہنچائیں گے میری بڑی امید تھی اب بھی ہے یہ ڈی پی او وہاں بھیجا گیا مجھے سے consult نہیں کیا گیا اسی دن میں نے فون کیا آئی جی کو کہ اس کا جو ریکارڈ ہے، چاغی میں یہ تھا، عارف جان نے کہا ”کہ یہ صحیح بندہ نہیں ہے“۔ میں نے کہا کہ اس کو آپ کیوں بھیج رہے ہیں؟۔ مجھ سے مشورہ کئے بغیر۔ انہوں نے کہا کہ ”یہ اچھا بندہ ہے آپ ایک ہفتے کے لئے دیکھ لیں اس کے بعد حالات صحیح ہونگے“۔ ہفتہ، چار مہینے یہاں سے گزر گیا حالات خراب ہوئے۔ یہ تو پانچواں، چھٹا مہینہ ابھی آنے والا پورا ہے۔ اُس کا لاڈلا ہے، ڈی پی او، آئی جی کا لاڈلہ ہے۔ پتہ نہیں اس لاڈلے کو وہاں کیوں انہوں نے بھیجا ہے؟ کس نے کہا کہ منجگور کے حالات کو خراب کریں؟۔ اس کا ذمہ دار آئی جی پولیس ہے میں چیف جسٹس آف پاکستان ایک بار پھر کہہ رہا ہوں چیف جسٹس آف بلوچستان وہ سوموٹو الیکشن لیں۔ اس کے ایک جے آئی ٹی بنائیں تاکہ یہ حالات کنٹرول ہوں جو غلط ہیں، پردے کے پیچھے ہیں، اُن کو پردے کے سامنے لے کے آئیں۔ یہ آپ کی، ہماری، سب کی ذمہ داری ہے اور آخر میں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے غور سے سنا۔ اسی اُمید کے ساتھ کہ آپ میرے اس کیس کو حکام بالاتک پہنچانے میں میری مدد فرمائیں گے۔ ایک شعر میں ہر وقت جناب اسپیکر صاحب! میری اپنا بنایا ہوا ہے۔ اس حالت سے جُوا ہوا ہے میں ہر وقت بولتا رہتا ہوں میرا اپنا ہے۔

کوڈ کان کشتے ماتانی ٹیلگان جنئے (کوڈک چھوٹے بچوں کو کہا جاتا ہے)

لاڑیں گساں آس دئے (جو خوشحال گھر ہیں آپ اُن کو آگ لگاتے ہیں)

تئی ظلم پا ہا ر کنت (آپ کا جبر اور تشدد اُٹھ رہی ہے اُس کی۔ اور بلوچستان)

درکہ یک چا کری نچے تئی سراگا ر کنت (کے چا کر کا بیٹا جیسے میں نے کہا)

انہی الفاظ کے ساتھ جناب اسپیکر صاحب! شکریہ آپ کا اور نصر اللہ صاحب کا زابد صاحب کا ہمارے اقلیت کے جو ساتھی ہیں، اُن کا میں شکر گزار ہوں وہ بیٹھے اور ہمیں سنا ہے۔ بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ میرا اسد بلوچ صاحب۔ منسٹر صاحب ظہور بلیدی نے فلور پر جو ہے یقین دہانی کرا دی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: اس میں دو منسٹر صاحبان نے یہ واضح بات کی کہ کمیشن بنایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کہ جام صاحب جیسے ہی پہنچتے ہیں ہم اُن کو یہ بولیں گے کہ ان پر کمیشن بنایا جائے۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: اب اسمبلی کا اجلاس بروز جمعرات مورخہ 16 ستمبر 2021ء بوقت سہ پہر چار بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس 08 بجکر 16 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)





